مختصر حالات
سادات پیپلی شریف
مزار حضرت سید علی محمد شاہ عرف لٹھا شاہ بابا قدس سرہٗ
مصنف
مولانا حبیب النبی نوری جمالی شاہدی
ناشر
خانقاہ شاہدیہ حبیبیہ
RAZA COMPUTER & PRINTERS, RAMPUR 9897822499 9997490761

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے

چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے

دہن میں ہے زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے

ہم آئے یہاں تمہارے لیے اٹھے بھی وہاں تمہارے لیے

از: امام اہل سنت، امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الحاج علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی نوری جمالی کریمی

ناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث مرکزی درس گاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم، رامپور

کے آباؤ اجداد عظام کے مستند حالات وکوائف

بنام

مختصر حالات سادات پیپلی شریف

مصنف

مولانا حبیب النبی نوری جمالی شاہدی

مدرس الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم، رامپور

ناشر

خانقاہ شاہدیہ حبیبیہ

نگلیا عاقل، ضلع رامپور (یو. پی)

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : مختصر حالات سادات پیپلی شریف

مصنف : مولانا حبیب النبی نوری جمالی شاہدی

تصحیح : جناب الحاج حسیب احمد نوری جماعتی جمالی

کمپوزنگ : مولوی مزمل حسین رضوی، جمالی کمپیوٹر، رامپور

سن تصنیف : یکم جنوری ۲۰۰۵ء بروز ہفتہ

اشاعت : ۱۱رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ/ ۲۴ر مارچ ۲۰۱۳ء بروز اتوار.
بموقع 184واں عرس مبارک حضرت سید علی محمد شاہ چشتی صابری
کریمی قدس سرہٗ المعروف پیپلی والے میاں

صفحات : ۸۸

تعداد : ۱۱۰۰

مطبع : رضا کمپیوٹر اینڈ پرنٹرس، رامپور۔ موبائل:9897822499

تقسیم کار : بزم انوار رضا ٹرسٹ ممبئی، مہاراشٹر۔09221462276

ملنے کے پتے

(۱) مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ، پرانا گنج، رامپور۔فون:0595-2325608 موبائل:9837171808

(۲) مجلس جمال مصطفیٰ، خانقاہ نوریہ جمالیہ، لال مسجد، رامپور۔فون: 0595-2326439 موبائل:9528878806

(۳) خانقاہ شاہدیہ حبیبیہ، نگلیا عاقل، ضلع رامپور۔ 9758956217

(۴) مولانا محمد طاہر القادری، جامعہ قادریہ طاہر العلوم، موضع ملک مینی ماتھی پور، ضلع مرادآباد۔ MB:9456813257

(۵) حافظ وقاری صوفی ذوالفقار علی صابری شاہدی، منیم پور، ضلع مرادآباد۔

(۶) مسعود النبی رضوی شاہدی، ہلدوانی، ضلع نینی تال۔

عرض حال

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبه الکریم وعلیٰ آله واصحابه اجمعین ٥

بہت دنوں سے میرے دل میں یہ شوق پرورش پا تا رہا تھا کہ ضلع رامپور کے مشہور و معروف جنگل ''پیپلی بن'' اور وہاں جلوہ آرا حق و صداقت اور رشد و ہدایت کے پیکر اولیاء کرام کے حالات مرتب کئے جائیں جن کے دم سے ''پیپلی بن'' اللہ والوں کا مسکن، فیض و کرامت کا منبع اور خیر و فلاح و صلاح کا سرچشمہ تھا اور آج بھی ان کے ماننے والے ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے مالا مال ہیں۔

اس شوق میں ان بزرگوں کے حالات جاننے کے لئے کتابوں کی جستجو ہوئی۔ کتابیں مل گئیں تو ان کی ورق گردانی کی۔ جگہ جگہ سے نوٹ تیار کئے مگر پھر بھی پوری طرح تشفی نہیں ہوئی لیکن حقیقت آشکارا ضرور ہوئی کہ اس گنجان جنگل میں جہاں شیر، چیتوں اور دیگر خونخوار جانوروں کی بہتات ہے اور جہاں درختوں کی کثرت کے باعث کسی اجنبی آدمی کو راستہ ملنا بھی مشکل ہے وہاں لوگوں کا جھمگھٹا لگا رہنا، جذب و سرور اور ''اللہ'' کی محفلیں آراستہ ہونا اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ پیپلی بن میں کوئی روحانی طاقت ہے جو لوگوں کو بلا خوف و خطر، جوق در جوق، کشاں کشاں اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور یہی روحانی طاقت چہار دانگ عالم میں اس کی شہرت کا سبب بنی۔ اور پیپلی بن مشہور ہو گیا۔

جذبۂ شوق مجھے دور دراز علاقوں تک دروازوں دروازوں لے گیا۔ بڑے صبر آزما اور مشقت خیز لمحوں سے گذرنا پڑا۔ لوگوں سے ملاقاتیں کیں، مریدین و متبعین سے ملا۔ ان سے معلومات حاصل کیں، شہادتیں لیں، حلفیہ بیانات لئے، ایک سے دوسرے کے بیان کی تصدیق کی، جو مصدقہ روایات سینہ بہ سینہ، پشت در پشت از بر تھیں انہیں اکٹھا کیا۔ تاریخ وار ان کو لکھتا گیا۔ اس طرح ان تاریخ ساز شخصیتوں، ذوات قدسیہ کے سوانحی حالات، روزمرہ

کے معمولات، کیف وسرور، رشد وہدایت، حلقہ احباب اور دیگر معلومات فراہم ہوئیں۔ اولاً جو مایوسیاں تھیں کم ہوئیں، تاریکیاں ختم ہوئیں، سویرا ہو گیا اور پھر اس اجالے میں، جسے ان بزرگوں کی روحانی امداد وتصرف کہیے، اپنے اس مضمون کو ترتیب دے دیا۔ یقیناً یہ ایک مصدقہ تاریخ ہے آنے والی نسلیں، اہل دانش ضرور اس سے استفادہ کریں گے۔

صرف میں ہی نہیں زلف ورخ تاباں پہ فدا
ایک عالم ہے تری مدح سرائی میں لگا

موجودہ ورثاء سے ان کے بزرگوں سے خون ملایا، یہ خونی رشتہ ملتا گیا، وہ ہی طنطنہ، وہی طمطراق، وہی طرفہ تماشہ، وہی طور وطریق، وہی طرۂ امتیاز جو مورث اعلیٰ میں موجود تھا یہاں بھی اسی شان سے موجود، وہی عادات وخصائل، وہی جرأت وبیباکی، وہی عبادت وریاضت، وہی امداد ورعایت، وہی سرمستی وسرشاری، وہی دادودہش، وہی مہمان نوازی ودلداری، وہی بے خوف وخطر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی، وہی جذبۂ ایثار وقربانی غرضکہ اس تحقیق وجستجو نے کتنے راز ہائے سربستہ کو کھولا ہی نہیں بلکہ ذہن وفکر کے دریچے بھی کھول دیئے۔ اور یہ بھی واشگاف ہوا کہ پیپلی بن سے یہ حضرات جہاں جہاں پہنچے وہاں وہاں ان کا ڈنکا بجتا رہا۔

تاریخ رامپور کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ضلع رامپور میں موضع پیپلی ممتاز حیثیت کا حامل رہا ہے صوفیا وادباء اور نوابین رامپور اپنے اپنے ذوق کے اعتبار سے وہاں پر علمی وادبی نشستیں منعقد کرتے تھے اس کے علاوہ ریاست رام پور کی ٹکسال یہیں پر قائم تھی۔ مگر اس خطۂ ارضی کو رامپور اور بیرون رامپور جو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے وہ سادات عظام کا عظیم خانوادہ ہے جس نے رامپور کی تاریخ کے ہر دور میں علماء وصوفیا، دانشوران اور نوابین ریاست کو اپنی طرف متوجہ رکھا۔ مگر جب متعدد مرتبہ پیپلی میں طاعون پھیلا اور پھر ۱۹۲۰ء کے طاعون میں تمام اہل پیپلی وطن عزیز کو چھوڑ کر دوسری جگہوں پر آباد ہو گئے۔ تب اس وقت کے خانوادہ کے سرخیل حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی اپنے صاحب زادہ حضرت سید ارشاد شاہ حسنی عرف منے

میاں کو لے کر بلاسپور آ گئے اور پھر بلاسپور سے کرنپور منیم پور ضلع مراد آباد جا کر آباد ہو گئے۔ پھر حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی کے وصال کے بعد سید ارشاد شاہ حسنی نے ملک نگلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور عقد ثالث کیا۔ حضرت سید ارشاد شاہ حسنی کے دو صاحب زادوں میں سے ایک حضرت سید قیصر شاہ حسنی عرف سید صابر میاں اپنے والد کے انتقال کے بعد رشد و ہدایت کی طرف متوجہ ہوئے اور عرصہ دراز تک اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ عبداللطیف شاہ چشتی نظامی صابری، محل کمیدان رامپور میں اپنے شیخ کی خدمت میں مقیم رہے۔ مگر مستقل سکونت ملک نگلی ہی میں رکھی اور اپنے شیخ کی جانب سے خلافت واجازت سے سرفراز فرمائے جانے کے بعد ملک نگلی ہی میں رہ کر اشاعت سلسلۂ قادریہ منوریہ اور چشتیہ صابریہ میں مشغول رہے اور ملک نگلی ہی میں ۲۹ رشوال المکرم ۱۴۲۱ھ/ ۲۵ رجنوری ۲۰۰۱ء کو وصال فرمایا۔

حضرت سید ارشاد شاہ حسنی کے دوسرے صاجزادے سید سیف اللہ شاہ حسنی چشتی عرف نواب جان میاں نے اپنے شہزادۂ اکبر مفتی سید شاہد علی حسنی کے حصول تعلیم کے سبب ملک نگلی سے اپنی خسرال کاشی پور آنگہ رہنے لگے اور پھر رامپور آ کر محلہ لال مسجد میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی کہ پیپلی کی ویرانی کے بعد جہاں جہاں بھی اہل سلسلہ پہنچے بیشتر نے اپنے مستقر پر پیپلی کی ''لال مسجد'' کی یادگار کے طور پر ''لال مسجد'' کے نام پر مسجدیں تعمیر کیں۔

خانوادۂ پیپلی کے اس ہونہار اور نادر صلاحیتوں کے حامل شہزادے نے تعلیم کے حصول کے بعد علمی دنیا میں اپنا ممتاز مقام حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مزید اپنے عظیم خانوادہ کا نام روشن وتابندہ کیا۔ لہذا دنیائے سنیت کے اس عظیم رہبر ورہنما کے اجداد عظام کے حالات سے قوم وملت کو روشناس کرانے کی غرض سے اب تک کی دریافت شدہ معلومات کو یکجا کر کے بنام ''مختصر حالات سادات پیپلی شریف'' ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ آنے والے مؤرخین ومحققین کے لئے ایک سنگ میل کا کام کر سکیں۔ اپنے

اور غیروں کی نظروں میں اس عظیم خانوادہ کی ملی و دینی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہوسکیں۔

یہ حالات اگر چہ کئی سال پہلے لکھے تھے اور اسی وقت انہیں منظر عام پر لانے کا پختہ ارادہ تھا مگر کچھ ناسازگار حالات کے سبب اشاعت میں دیر ہوگئی۔ کئی بار اس کی کتابت بھی کرائی گئی مگر وہ بھی امتداد زمانہ کی نذر ہوگئی۔ اب از سر نو کمپیوٹر سے ٹائپ کرایا گیا، تصحیح کے بعد اس کو شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ حضرات سادات پیپلی شریف کے صدقے میں احقر کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور مقبول خاص وعام بنائے۔ آمین۔

میں ان سبھی حضرات کا تہہ دل سے شکر یہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں ہر ممکن تعاون دیا خواہ وہ روایت کنندگان ہوں یا دوسرے حضرات جنھوں نے اس کی ترتیب میں مدد کی اور زریں مشوروں سے نوازا بالخصوص جامعہ کے اراکین میں ناشر مسلک رضا عالیجناب نبیہ احمد صاحب قادری خازن جامعہ زید اخلاصہٗ ومحرک سنیت عالیجناب صغیر احمد صاحب رضوی ازہری زید اخلاصہٗ عالیجناب الحاج حسیب احمد نوری جماعتی جمالی زید مجدہ السامی ومولوی محمد نازل رضا رضوی، مولوی سید محمد ذبیح اللہ شاہدی، مولوی محمد اسلام رضوی اور دیگر معاونین کو مولیٰ تعالیٰ بطفیل حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے آل واصحاب خصوصاً حسنین کریمین وجملہ ساداتِ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دنیا وآخرت میں کامیاب وبامراد فرمائے اور دارین کی سعادتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے۔

دو جہاں میں خادمِ آل رسول اللہ کر

حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے   آمین۔

خاکپائے سادات

حبیب النبی نوری جمالی شاہدی

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ/ ۲۲ فروری ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

شجرۂ مبارکہ چشتی صابری قدوسی کریمی ارشادی

حمد بے حد اس خدائے پاک کو — اور سلام اس سیّد لولاک کو

رحمتیں ہوتی رہیں ان پر مدام — آل اور اصحاب پر ان کے تمام

بعد اس کے شجرۂ پیران چشت — نظم میں پڑھ تاکہ ہو اہل بہشت

کر تو اوّل نام مرشد کا شروع — اور جناب کبریا میں ہو رجوع

مرشدِ اوّل میاں ارشاد شاہ [۱] — رب کی رحمت ہو یونہی ان پر سدا

بعد ان کے پیر حضرت احمد شاہ [۲] — پپلی والے میاں باعز و جاہ

پھر علی احمد [۳] ہیں مرشد باخدا — جو کہ راہِ فقر کے ہیں رہنما

پیر ان کے علی محمد شاہ [۴] ہیں — وہ سلوک و معرفت آگاہ ہیں

مرشد آخون حضرت ملا فقیر — نام خاص عبدالکریم و دستگیر

حضرت شاہ عنایت ذو الکرم — شغلِ اِلّا اللہ جن کا دم بدم

یعنی میراں جی سیّد شاہ بھیک — بوسعیدِ نام پاک ان کا ہے ٹھیک

بو المعالی ہیں جو مقبولِ خدا — یاد میں حق کی رہے صبح ومسا

حضرت داؤد با صدق وصفا — شیخ صادق بو سعیدِ باخدا

ہیں نظام الدین بلخی رہنما — اور جلال الدین تھا نیّر شہا

لے عبدالقدوس گنگوہی کا نام — ہیں محمد شیخ عارف ذو الکرام

احمد عبدالحق ردولی ان کی جا — ہیں جلال الدیں کبیر الاولیاء

ہیں وہ شمس الدین شمس حق ودیں — عارفِ باللہ ہوئے وہ بالیقیں

احمدِ صابر علاؤ الدین علی — حضرت مخدوم ہیں بے شک ولی

---

(۱) تا (۴) اس شجرہ مبارکہ میں حضرت سید ارشاد شاہ حسنی، حضرت سید احمد شاہ حسنی، حضرت سید علی احمد شاہ حسنی اور حضرت سید علی محمد شاہ حسنی علیہم الرحمۃ والرضوان حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی نوری جمالی کریمی کے اجداد کرام ہیں۔

ہاں فرید الدین ہیں گنج شکر — خواجہ قطب الدین کا کی داد گر

ہیں معین الدین امام چشتیاں — خواجۂ ہندالولی فخرِ زماں

خواجۂ عثمان ہاروں نیک نام — خواجۂ حاجی شریف، زنداں مقام

خواجۂ مود ود چشتی اہل حق اہل صفا — خواجۂ بو یوسف ناصرِ ارض وسما

ہیں ابو محمد زاہد ومقبول دیں — اور ابو احمد ہیں ابدال اولیں

پھر ابو اسحٰق شامی راہِ حق کے شہسوار — خواجۂ ممشاد علوی صاحبِ عزو وقار

حضرت خواجہ ھبیرہ اور بصرہ ان کی جا — خواجہ صدرالدین صاحب مرعشی اہل صفا

حضرت سلطان ابراہیم شاہ — ابنِ ادہم بلخی با عزو جاہ

ہیں فضیل ابن عیاض با خدا — عبدالواحد ابن زید رہنما

حضرت حبیب عجمی شاہِ ولی — ہیں خدا آگاہ صابر متقی

حضرت حسن بصری مقتدیٰ ورہنما — اور ہیں وہ راہِ حق کے پیشوا

اور امیر المؤمنین مشکل کشاء — بو تراب و مرتضٰی شیر خدا

رحمت عالم محمد مصطفٰے — ہیں امام الانبیاء صلِّ علیٰ

ان بزرگوں کے تصدق میں خدا — دین ودنیا ٹھیک ہو جائے خدا

آرزو ہم سب کی پوری ہو خدا — اپنے محبوبوں کی الفت دے خدا

ہم سبھی کا خاتمہ بالخیر ہو — اور ٹھکانا جنت الفردوس ہو

آمین بجاہِ سید المرسلین وعلیٰ آلہ و صحبہٖ اجمعین بحق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نوٹ: حضرت مفتی سید شاہد علی حسنی مدظلہٗ العالی کے علاوہ شمشاد حسین ایڈوکیٹ ابن ملا منور حسین چشتی صابری مرید حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمۃ والرضوان ساکن منیم پور ضلع مرادآباد، یو. پی کے ذخیرۂ کتب سے بھی از دست ملا دلشاد شاہدی بن ملا منور حسین صابری مندرجہ بالا شجرۂ مبارکہ راقم الحروف کو حاصل ہوا۔

یہ کتاب ساداتِ پیپلی شریف کی بزرگی پر ایک دستاویز ہے

فقیہ ملت حضرت علامہ مولانا الحاج **مفتی محمد نجف علی** صاحب قادری رضوی
نائب شیخ الحدیث و مفتی مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم، رامپور۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمنا درد دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

یہ ایک امر مسلم ہے کہ ہندوستان کی خاک صدق وصفا، عفت وحیا، شفقت ورحمت، سخاوت وایثار، عزم واستقلال، قوت وشجاعت، حکمت ودانائی کے پانی سے گندھی ہوئی ہے۔ اسی مٹی سے نہ جانے کتنے لعل وگوہر اور پاکیزہ نفوس، سرتاج ولایت وحکمت منصۂ شہود پر آئے کہ جن کی آبادکاریوں کے باعث ستارۂ ہند اقلیم ولایت کے افق پر برابر اوجِ ثریا بن کر جگمگا تا رہا ہے۔

ہندوستان کے وہ بلاد عظیمہ جنکی آغوش سے فہم وفراست، شریعت ومعرفت کے درخشاں آفتاب چمکے انہیں تاریخی شہروں میں ایک قدیم تاریخی شہر مصطفےٰ آباد (رامپور) ہے جسے علم وفضل، حکمت ودانائی اور شعروادب کی بنیاد پر مدینۃ العلم، بخارائے ہند اور گہوارۂ علم وفن جیسے عظیم القاب سے ملقب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جہاں اپنے وقت کے عالمگیر شہرت کے مشاہیر اٹھے، روحانی علمبردار ابھرے اور رشد وہدایت کے پیکر پروان چڑھے کہ جن کی مساعیٔ جلیلہ کی رنگارنگی سے یہ گلشن معارف بہاراں ہے۔

انہیں گروہِ اولیاء میں پیپلی شریف کے وہ عظیم بزرگ بھی ہیں جن کے تذکرہ سے مزین زیرِ نظر کتاب بنام "مختصر حالات ساداتِ پیپلی شریف" موسوم ہے جو عزیزی القدر مولوی حبیب النبی جمالی شاہدی زیدحبہ کی عرق ریزی اور محنت وکاوش کا ثمرہ ہے۔ میرا یہ خیال

ہی نہیں بلکہ یقین قوی بھی ہے کہ جہاں یہ کتاب ساداتِ پیپلی شریف کی بزرگی پر ایک دستاویز ہے وہیں یہ اہل محبت کے درد کا مداوا بھی ثابت ہوگی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ساداتِ پیپلی کے فیض کی جو ضیا بار کرنیں خطۂ پیپلی سے نمودار ہوئیں وہ صرف اسی خطے میں محدود نہیں تھیں بلکہ ان کے فیض وکرم کی بارشیں آج بھی کائنات کی ہر سرحد کو آسودہ کر رہی ہیں اور انسانیت اس بارانِ روحانیت سے اپنے ظاہر و باطن کی تطہیر کر رہی ہے۔ انہیں ساداتِ کرام پیپلی کے ہونہار فرزند حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی ہیں جو ایک طرف ایک علمی ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ رامپور کے صدر المدرسین، شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ کے مناصب پر فائز ہیں تو دوسری طرف باہری دنیا میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔ بے شمار غیر مسلم ان کے دست حق پرست پر دین اسلام قبول کر کے اسلامی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں اپنے تو ان کی مدح سرائی کرتے ہی رہتے ہیں مگر غیر بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ سید شاہد میاں ڈنکے کی چوٹ پر حق بات کہتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ساداتِ پیپلی کے اس جانباز شہزادے کی صحت و سلامتی کے ساتھ عمر دراز فرمائے اور دین متین کی خدمت کرنے کا مزید حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

میں بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو بھی ساداتِ پیپلی شریف کے فیضان سے مالا مال کرے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد نجف علی القادری

خادم نوری دار الافتا

مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم رامپور۔

یہ کتاب درثمین ہے

جامع معقول ومنقول حضرت علامہ **مفتی علی احمد** صاحب عثمانی رضوی شیخ التفسیر مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم، رامپور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ماشاء اللہ تعالیٰ کتاب بنام "مختصر حالات ساداتِ پیپلی شریف" مخلص گرامی حضرت مولانا حبیب النبی نوری جمالی شاہدی زاداللہ عمرہ مدرس مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور کی محنت کا ایک گراں قدر ہیرا ہے۔ موصوف نے جن جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستیوں کا ذکر اس کتاب میں کیا ہے ان حضرات کے لئے جواب تک ان سے ناواقف تھے یہ کتاب درثمین ہے اور واقفین حضرات کے لئے فیوض وبرکات کے حصول کا ایک سنگ میل ہے۔ بلاشبہ کائنات عالم کا قیام و وجود جس طرح سید عالم نور مجسم ﷺ کی بدولت ہوا اور زمین کے قیام وبقا کے لئے صانع عالم نے جس طرح جگہ جگہ پہاڑوں کو میخ بنا کر زمین کو استقرار بخشا یونہی سید عالم نور مجسم ﷺ کی نسل پاک سے خالق عالم نے جگہ جگہ آپ کے لاڈلوں کو بسایا تا کہ میرا اور میرے محبوب ﷺ کا فیضان ان کے واسطے سے پہنچتا رہے اور عالم کے لئے یہ رشد وہدایت کا خزینہ کہسار ہو جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس طرح ہلتی ہوئی زمین کے لئے پہاڑ میخ بنائے گئے اسی طرح آل مصطفےٰ ﷺ امت مرحومہ کی ڈگمگاتی کشتی کے لئے ناخدا ہیں، عام وخاص کی زبان پر انہیں امت کے ناخداؤں کو سید کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ زیر نظر کتاب میں ساداتِ پیپلی شریف کا تذکرہ حقیقتاً متلاشیان فیوض کے لئے ایک نیا باب ہے۔

حضرات سادات پیپلی شریف کے فیوض وبرکات اسی سے ظاہر وباہر ہیں کہ جس سمت اور جس خطہ میں پیپلی واقع ہے آج بھی لوگ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ وہ جہت وعلاقہ اپنے قرب وجوار کے دوسرے علاقوں سے انوکھا اور نرالہ ہے۔ حسن وشادابی، سکون وراحت میں منفرد ہے۔

اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک ﷺ اور اولیائے کرام کے تصدق موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہم سب کو سادات پیپلی شریف کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

خادم العلم والعلماء احقر علی احمد عثمانی رضوی شیخ التفسیر الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور۔

یہ کتاب نہایت مستند ہے

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ **مفتی محمد یونس رضا** صاحب مصباحی برکاتی

مدرس دارالعلوم گلشن بغداد، رامپور۔

حامداو مصلیا و مسلما

کتاب مستطاب ''مختصر حالات سادات پپلی شریف'' مصنفہ مولانا حبیب النبی صاحب جمالی شاہدی کا متعدد مقامات سے مطالعہ کیا، کتاب اپنے مندرجات کے اعتبار سے نہایت مستند ہے۔سادات پپلی شریف کے بہت سے احوال وکوائف جو پردۂ خفا میں تھے صاحب کتاب نے اثر آفریں اور دلکش انداز میں باحوالہ مرتب فرما کر ارباب فکرونظر خصوصاً وابستگان سلسلہ کے لئے نہایت قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے،ساتھ ہی قاضی شرع ضلع رامپور حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی دامت معالیہ کے مختصر حالات بھی معرض تحریر میں آگئے ہیں جو اس سلسلہ کی تکمیل کے لئے ناگزیر تھے کیونکہ موصوف بھی اسی خاندان کے چشم وچراغ اور اسی صدف کے گوہر آبدار ہیں اور اپنے اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شریعت وطریقت کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں احقاق حق، ابطال باطل اور فروغ دین وسنت، اشاعت علم اور مسلک امام اعظم بنام مسلک اعلیٰ حضرت اور علمائے حق رامپور کے افکارونظریات کی تبلیغ وترویج میں مسلسل جادہ پیما ہیں۔

دعا ہے کہ رب کریم موصوف اور مصنف کتاب کا سایہ دراز فرمائے علم وعمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

دعاجو

محمد یونس رضا مصباحی برکاتی

دارالعلوم گلشن بغداد رامپور

۹ ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰ فروری ۲۰۱۳ء

یہ ساداتِ پیپلی شریف پر ایک تحقیقی کتاب ہے

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ **مولانا ولی محمد** صاحب رضوی جمالی
ناظم تعلیمات و شیخ الادب مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم، رامپور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے رفیق محترم مولانا حبیب النبی رضوی جمالی شاہدی نے اپنی تصنیف کردہ ایک کتاب بنام "مختصر حالات ساداتِ پیپلی شریف" دے کر مجھ سے یہ چاہا کہ میں اس کتاب کو پڑھ کر تبصرہ کی صورت میں اپنی رائے پیش کروں۔ ان کی اس خواہش کی بجا آوری کے لئے میں نے اس کو سرسری طور سے پڑھنا شروع کیا مگر جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا میری دلچسپی بھی بڑھتی گئی۔ میں نے اپنے ضروری کاموں کو چھوڑ کر اس کتاب کو نہایت انہماک سے ایک ہی نشست میں پڑھ لیا۔ مطالعہ نے عقدہ کشائی کی کہ زیر نظر کتاب ساداتِ پیپلی شریف پر ایک تحقیقی کتاب ہے۔ مولانا موصوف نے جسے بہت زیادہ عرق ریزی، دوڑ دھوپ، عقیدت ومحبت کی فراوانی مگر بے لاگ تحقیق کی روشنی میں حقائق کی بنیاد پر ترتیب دیا ہے۔

پیپلی بن ایک غیر آباد جگہ تھی جہاں گھنے درخت تھے اور ان درختوں کے بیچ شیر، چیتے اور دیگر خونخوار درندے رہتے تھے۔ اس جنگل بیابان کو اللہ کے جس برگزیدہ بندے نے آباد کیا وہ تھے حضرت سید شبیر شاہ حسنی قادری چشتی علیہ الرحمہ۔ ان کے مزار پرانوار پر برسوں سے ڈنکا بج رہا ہے اس لئے وہ "ڈنکے شاہ بابا" کے نام سے مشہور ہیں۔ ڈنکے شاہ بابا نے اپنی روحانی طاقت سے قرب وجوار کے لوگوں کو اس ویرانی میں کھینچ لیا یوں ایک بہت بڑی آبادی یہاں قائم ہوگئی اور رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ محقق کی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ درندے بھی حضرت ڈنکے شاہ بابا کے مطیع وفرمانبردار ہوگئے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ اللہ اللہ کی صدائیں ان لوگوں کی ہدایت اور واصل الی اللہ کرنے کے لئے تھیں جو یہاں آباد ہوکر سلسلۂ ارادت میں داخل ہوگئے تھے اور ڈنکا ان وحشی جانوروں کی تربیت کے لئے تھا۔ ڈنکے کی آواز سن کر جنگل کے سارے جانور اپنے اپنے مستقر پر خاموش ہوجایا کرتے تھے۔ ضمناً یہ تذکرہ آگیا بہرحال حضرت سید شبیر شاہ حسنی قادری چشتی کے بعد ان کے بیٹے حضرت سید

حسن شاہ حسنی قادری چشتی نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا پھر ان کے بیٹے حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری کریمی خلیفہ اجل قطب دارین حضرت مولانا شاہ عبدالکریم ملا فقیر اخوند قادری منوری، چشتی صابری قدس سرہم نے رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ تفصیل تو آپ کماحقہ' کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

میں نے خانوادۂ سادات پیپلی شریف کے ساتویں پیڑھی کے جن بزرگ کو دیکھا اور ان کی شفقتوں سے بھی بہرہ ور ہوا وہ ہیں حضرت سید سیف اللہ شاہ حسنی چشتی نظامی صابری جن کی مختصر سوانح اسی کتاب میں موجود ہے وہاں پڑھیں مگر قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ان کی سادگی اتنی پرکشش تھی کہ ہر شخص ان کی طرف کھنچتا چلا جاتا تھا۔ وہ بے طمع و بے غرض شخصیت کے مالک تھے، کم گو و کم سخن، نہایت ملنسار و متواضع، نہ غربت میں اضمحلال، نہ ثروت میں فخر وانبساط ہر حال میں صابر وشاکر، پابند صوم وصلوٰۃ، خاندانی شرافت ان کے چہرہ سے عیاں۔ ان کی خاموش طبعی اور چہرہ کی بشاشت اس بات کی علامت تھی کہ ان کا دل ذاکر ہے وہ اپنے اجداد کرام کے سچے وارث تھے۔ یہ واقعہ کہ وہ دو دو دوڑوں میں ملک نگلی سے اکھاڑہ سہراب خاں صبح تڑکے پہنچ کر ورزش کرتے اور پھر باجماعت نماز فجر ادا کرتے ان کی روحانی قوت کا پتہ دیتا ہے۔

حضرت سید سیف اللہ شاہ حسنی، چشتی صابری علیہ الرحمہ کی کئی اولادیں بقید حیات ہیں اور اپنی اپنی جگہ منفرد حیثیت کی حامل ہیں مگر جو خوبیاں ان کے بڑے بیٹے حضرت سید شاہد علی حسنی، نوری رضوی جمالی میں وراثتاً منتقل ہوئیں ہیں ان کا تذکرہ چند الفاظ میں کرنا میرے لئے ناگزیر ہے۔

سلطان المناظرین، عمدۃ المحققین، استاذ العلماء، حامی سنت، قاطع بدعت، مرجع اہلسنت، آقائے نعمت، وارث مسند غوثیت، خلیفہ تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم، معتمد خاص حضور سیدی تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند، چشم وچراغ سادات پیپلی شریف، رہبر راہ رشد وہدایت، استاذی الکریم حضرت العلام مفتی الحاج سید شاہد علی حسنی، قادری رضوی نوری، نقشبندی مجددی جمالی، چشتی صابری کریمی دامت برکاتہم القدسیہ، قاضی شرع ومفتی اعظم ضلع رامپور، شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور اپنی علمی جلالت، خاندانی شرافت، شریعت وطریقت کے حسین سنگم اور بحر ذخار ہیں۔ احقاق حق وابطال باطل، حق گوئی وبیباکی، بلند ہمتی، ارادوں اور حوصلوں میں پختگی، خوش اخلاقی ومہمان نوازی میں اپنی

مثال آپ ہیں۔ نہایت بردبار، سنجیدہ ومتین، ارباب حق کے لئے ہمیشہ چشم براہ، اہل باطل سے ہمیشہ بیزار وبے اعتناء آپ کی حیات مبارکہ کی یہ وہ خوبیاں ہیں جو سب پر عیاں ہیں۔

سید شاہد علی حسنی مذہب اہلسنت وجماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے بے خوف حامی اور مسلک ارشاد وسلامت وعلماء حق رامپور کے صحیح ترجمان وپیرو ہیں۔ آپ صرف عالم ہی نہیں بلکہ عالم گر ہیں۔ آپ کی درسگاہِ علم وفضل کا فیض ہمہ وقت جاری ہے۔ آپ کے تربیت یافتہ تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے۔ جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں بس اتنا سمجھ لیں کہ آپ کے تلامذہ صرف مسجد کے امام اور منبروں کے خطیب ہی نہیں بلکہ سیکڑوں درسگاہوں، دانشکدوں کی مسند تدریس کی زینت اور دارالافتا کی بہاریں ہیں۔ اور جو اس ملک کے مختلف علاقوں اور غیر مما لک میں بھی مذہب حقہ اہلسنت وجماعت کی تبلیغ وترویج واشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ حضرت علامہ موصوف الجامعۃ الاسلامیہ کے بانی وناظم اعلیٰ ہی نہیں بلکہ ہندوبیرون ہند کے سیکڑوں علمی دینی اداروں اور فلاحی تنظیموں کے سرپرست ومربی اور بنیاد رکھنے والے ہیں۔ آپ تدریسی خدمات جلیلہ کے ساتھ تقریری میدان کے بھی شہسوار ہیں۔ اس قدر مصروفیت کے باوجود تصنیف وتالیف بھی آپ کی متاع حیات کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں سے کچھ کا تذکرہ اسی کتاب میں موجود ہے۔

آپ مفسر، محدث، مفتی، محقق اور کامیاب مدرس اور باصلاحیت مقرر ہونے کے ساتھ ایک باکمال مناظر بھی ہیں۔ کئی مناظرے آپ نے سر کئے اور اہل باطل کو شکست فاش دے کر اہل حق کو سربلند کیا۔ ایسا ہی ایک مناظرہ صلوٰۃ وسلام کے موضوع پر تھانہ مونڈا پانڈے ضلع مرادآباد میں وہاں کے پولس حکام سی۔او۔سٹی اور ایس۔او کے سامنے ہوا۔ اس مناظرہ میں مفتی عبدالرؤف، شیخ الحدیث جامع الہدیٰ مرادآباد، مولوی محمد زبیر بجنوری، مولوی عبدالناصر رامپوری مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد دیوبندیوں کے مناظر تھے جن کی طرف سے چیلنج مناظرہ کیا گیا تھا۔ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اہلسنت وجماعت کی طرف سے قاضی شرع ومفتی اعظم ضلع رامپور حضرت سید شاہد علی رضوی جمالی، حضرت علامہ مفتی علی احمد عثمانی رضوی شیخ التفسیر الجامعۃ الاسلامیہ اور یہ راقم میدان مناظرہ میں موجود تھے۔ صلوٰۃ وسلام کے موضوع پر دونوں جانب سے بحث ومباحثہ بہت طویل ہوا۔ دیوبندی مناظرین کو جب اپنی شکست کے آثار نظر آنے لگے تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق جامع الہدیٰ مرادآباد کے مفتی وشیخ الحدیث عبدالرؤف نے گھبرا کر کہا کہ ”بریلوی

لوگ سلام پڑھتے ہیں اور یہ شعر بھی:

شیخ نجدی کا سر کاٹ کر رکھ دیا ☆ ہمت اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

سخت اعتراض اور تکلیف کا باعث ہے۔ اس اعتراض پر قاضی شرع نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ مفتی اور ایک ادارہ کے مدرس بھی ہیں آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ''شیخ نجدی'' ابلیس لعین (شیطان) کا لقب ہے۔ آپ بتائیں کہ شیطان سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ جو آپ کو اس شعر سے تکلیف ہوتی ہے اس بات سے متاثر ہو کر فوراً ایس. او نے سوال کیا مولوی صاحب! بتاؤ شیطان سے آپ کا کیا سمبندھ ہے اس پر سب دیوبندی مولوی بغلیں جھانکنے لگے اور ناکام و نامراد خائب وخاسر واپس چلے گئے۔ اہلسنت و جماعت کو اللہ تعالیٰ نے کامیاب کامران فرمایا۔ اس کامیابی سے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہو گیا۔ اسی طرح جب ٹانڈہ بادلی ضلع رامپور میں وہابیوں کے بڑے پیمانہ پر اجتماع کا اعلان ہوا تو اس مرد مجاہد نے اجتماع میں جانے سے روک کر ہزاروں فرزندان توحید و عاشقان رسول کو عقیدہ و ایمان کی بربادی سے بچایا اور ایک آہنی دیوار بن کر لوگوں کے ایمان و ایقان کی حفاظت کرتے ہوئے گرجدار آواز میں اعلان فرمایا۔ دیوبندی تبلیغی جماعت کے اجتماع میں اس کی دنیوی چمک دمک دیکھ کر شریک ہونے والوں پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتے ہوں تو تجدید نکاح کا فتویٰ صادر فرمایا۔ موصوف کی زندگی بہت تفصیل طلب ہے جس کے لئے ہزاروں صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے اس مختصر سے تاثر میں اس کی کہاں گنجائش۔ آپ کی مذہبی، ملی، علمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کے تذکرہ کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ کی زندگی اس شعر کی کھلی ہوئی تفسیر ہے۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ☆ ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

غیض میں جل جائیں بے دینوں کے دل ☆ یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

میں مولانا حبیب النبی جمالی کو تہہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب سید المرسلین ﷺ اور جملہ اولیاء و صالحین علیہم الرحمۃ والرضوان کے صدقے میں ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کو ان کے لئے زاد آخرت بنائے آمین۔

احقر ولی محمد رضوی جمالی خادم الجامعۃ الاسلامیہ رامپور۔

یوں کہئے کہ محقق نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے

فاضل جلیل حضرت علامہ **مولانا محمد ارشد علی** صاحب رضوی نوری

مدرس شعبہ درس نظامی و ناظم ارشادی کتب خانہ مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"مختصر حالات سادات پپلی شریف" مصنفہ حضرت مولانا حبیب النبی صاحب رضوی نوری شاہدی کو از اول تا آخر پڑھا معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں مولانا موصوف کو جو کتابیں دستیاب ہوئیں ان میں پپلی شریف کے بزرگوں کے حالات، کشف و کرامات بہت ہی اختصار سے موجود تھے جبکہ پپلی بن کی شہرت انہی بزرگوں کے سبب سے اقصائے عالم میں پھیلی۔ میں جب درس نظامی کی تعلیم کے حصول کے لئے مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامی گنج قدیم رامپور آیا تب سے یہاں کے ساکنان میں معمر لوگوں سے پپلی بن کے بزرگوں کے حالات سنتا تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے انداز سے سادات پپلی شریف کے واقعات اپنی سرگزشت کے طور پر بیان کرتا تھا۔ وہ سب یہی تھے جن کو مولانا موصوف نے اپنی اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ موصوف نے کچھ تو کتابوں کا سہارا لے کر ان منتشر حالات کو یکجا کیا دوسرے ان کی تحقیق نے اس مختصر کو بہت وسیع کر دیا اس سلسلہ میں ان کی تحقیق و جستجو نے جو راستہ دکھایا ہے دوسروں کے لئے اس موضوع کو آگے بڑھانے کے لئے ایک حوصلہ مندانہ ترغیب ہے۔

دراصل تحقیق ایک ایسی کسوٹی ہے کہ جس پر کھرا کھوٹا، ادنیٰ و اعلیٰ، جھوٹ و سچ سب کھل کر سامنے آجاتا ہے اور پھر اس میں آگے نکتہ چینی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ البتہ محقق بے لاگ ہو کر اپنی تحقیق کو منظر عام پر لائے۔ مولانا موصوف نے اپنی تحقیق میں واقف کاروں کی روایات کو بے کم و کاست اور اس پر اپنے کسی تبصرہ کے بغیر بیان کر دیا ہے اس لئے ان کی صداقت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ میں نے یہی محسوس کیا اور اس کو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ محقق نے اس جستجو میں دور دراز کا سفر اختیار کیا، طویل

عمر لوگوں، نو جوانوں اور طویل عمر عورتوں تک سب سے ہی معلومات حاصل کیں۔ ان کو صفحات قرطاس پر سمیٹ لیا۔ اس تحقیق سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ استاذ الاساتذہ، استاذی الکریم حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج سید شاہد علی صاحب رضوی نوری جمالی مدظلہ العالی قاضی شرع و مفتی اعظم ضلع رامپور و ناظم اعلیٰ مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور اپنے اجداد عظام کی طرح ہی جبلت، طور طریق، جرأت و بیباکی، حوصلہ و ہمت، فراخ دلی و مہمان نوازی، خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو راحت پہنچانا، حق کی خاطر جان کی بازی لگا دینا جیسے محاسن سے متصف ہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فی الواقع اس علاقہ میں ان جیسا جہاندیدہ عالم باعمل دیکھنے کو نہیں ملتا۔ وہ علم دین کو ذریعہ معاشن بنانے کے سخت مخالف ہیں یہ میرا روز مرہ کا مشاہدہ ہے کسی کے سامنے دست طلب دراز کرنا ان کی نظر میں انتاہی معیوب ہے جیسا کہ محقق نے اپنی تحقیق سے ان کے بزرگوں میں ثابت کیا ہے۔

جس طرح کوئی کیمیا گر مختلف اشیاء پر نئے نئے تجربات کرتا ہے اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو صرف کر دیتا ہے۔ وہ اپنی ابتدائی تحقیقات میں لوگوں کے بیانات کو بنیاد بناتا ہے، کئی لوگوں کے بیانات کے درمیان تطبیق پیدا کرتا ہے تب کہیں جا کر وہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہے اور پھر اس درست واقعہ یا واقعات کو بے کم و کاست اپنی بیاض میں لکھ لیتا ہے اور اپنی طرف سے کسی بھی تاویل کو غیر ضروری سمجھتا ہے تو ایسا محقق صحیح معنیٰ میں تحقیق کا حق ادا کرتا ہے۔ محقق موصوف نے کسی واقع پر اپنی رائے زنی سے بچ کر لوگوں کے بیانات پر ہی اکتفا کیا ہے یا پھر اپنے دور کے چشم دید واقعات کو قلمبند کیا ہے یا پھر قدیم و جدید محققین کی رائے کو بنیاد بنایا ہے جن کے حوالہ جات اس کتاب میں جا بجا تصدیق کے طور پر پیش کئے ہیں اس طرح اپنی تحقیق کو تصدیق سے ہمکنار کیا ہے۔ یا یوں کہیے کہ محقق نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ میری رائے میں محقق کئی دشوار ترین مرحلوں سے گزر کر اس منزل تک پہنچا ہے۔

میں مولانا حبیب النبی رضوی شاہدی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے انتھک کوششوں کے بعد اس تحقیق کو مکمل کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حافظ وقاری **ادریس احمد صاحب** رضوی جمالی
رکن مجلس انتظامی الجامعۃ الاسلامیہ، پرانا گنج، رامپور

یہ جان کر بہت زیادہ مسرت ہوئی کہ حضرت مولانا حبیب النبی صاحب نوری جمالی شاہدی نے ''مختصر حالات سادات پپلی شریف'' کے نام سے انتہائی چھان بین کے بعد ایک مستند کتاب لکھی ہے۔ اس خبر کے بعد مولانا موصوف سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا کہ کتاب منظر عام پر آنے سے پہلے ہی اس کے اصل متن و مسودہ کو دیکھ کر پہلے سے ہی ان کو مبارکباد دے دی جائے اور ساتھ ہی کچھ ضروری مشورے بھی جو کتاب کی طباعت اور تزئین کاری سے متعلق ہوں اور اس سلسلہ میں حائل دشواریاں اگر کچھ ہوں تو ان کو دور کرنے کے لئے اپنا پر خلوص تعاون پیش کر دیا جائے تا کہ ان کی حوصلہ افزائی بھی ہو اور اچھے گٹ اپ (get-up) کے ساتھ کتاب لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جائے۔ یہ بات بھی میں نے اس لحاظ سے سوچی کہ اب تک مجلس جمال مصطفٰے کے ذریعہ کئی کتابوں کا اجراء ہو چکا ہے اور ان کی کتابت وطباعت میں جو دشواریاں پیش آئی ہیں ان سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ اس زمانے میں لوگ کتاب کے ٹائٹل کور کی خوشنمائی سے کتاب کو پرکھتے ہیں بھلے ہی اس کے اندر کچھ نہ ہو۔

میں مولانا موصوف سے ملا کتاب کے مسودہ کو دیکھا۔ کتاب کے مندرجات سے معلوم ہوا کہ ساری کتاب تحقیقی ہے کچھ پرانی اور نئی کتابوں سے مواد اکٹھا کیا ہے کچھ ان کا خود آنکھوں دیکھا ہے اور کچھ وہ ہے جو انھوں نے بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں اور واقف کاروں سے ان کی یادداشت سے حاصل کیا ہے اس طرح سادات عظام پپلی شریف کے حالات پر مشتمل یہ ایک مستند اور تحقیق شدہ کتاب ہے۔ اہل عقیدت کے لئے یہ کتاب ان کی عقیدت کو مزید پختگی عطا کرے گی اور اہل محبت کے لئے دلوں میں محبت بڑھے گی جو عقیدۃً ہی نہیں بلکہ حقیقتاً بھی ذریعہ نجات ہے۔

یہ کتاب کیا ہے؟ اس نے تو مندمل زخم ہرے کر دیئے، بہت سی یادیں ذہن کے پردے پر ابھر آئیں۔ وہ بھی کیا دن تھے جب میں فخر ملت، شاہد ملت حضرت علامہ مولانا مفتی سید شاہد علی صاحب حسنی نوری جمالی مدظلہ العالی کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا تھا اور ابو میرے پاس بیٹھ کر بڑے انہماک سے سنا کرتے تھے (میں حضرت سید سیف اللہ شاہ میاں حسنی علیہ الرحمہ کو ابو کہتا تھا) وہ دوران سبق اٹھ کر گھر میں جاتے اور دو پیالیاں چائے لاتے، ایک خود پیتے اور دوسری بڑی محبت سے مجھے پلاتے۔ اس میں کتنا خلوص تھا آج بھی نقش کالحجر ہے۔ باتوں باتوں میں کچھ خاندانی وظائف، کچھ

مجرب عملیات کی اجازت مجھے دینا چاہتے تھے لیکن میں اس وقت اس طرف راغب نہیں ہوا۔اب اپنی اس بے حسی و بے توجہی پر خود ہی نادم ہوں کہ میں نے ان درہائے نایاب کی قدر کیوں نہیں کی جو بے طلب مل رہے تھے، جو میرے بھی کام آتے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے۔

ابو مزاج کے بہت ٹھنڈے تھے، بہت سلجھے ہوئے ذہن کے، خلوص و محبت کے پیکر، چھوٹوں کے لئے ایسے شفیق کہ ان کی صحبت میں جی بہلتا تھا۔خود بھی صابر وشاکر اور دوسروں کو بھی صبر وشکر اور راضی برضا رہنے کی تلقین فرماتے۔جس روز ابو نے اس دنیائے ناپائیدار سے رحلت فرمائی اس روز کچھ دیر پہلے ہی انھوں نے مجھے چائے پلا کر بخوشی رخصت کیا تھا۔میں گھر پہنچا ہی تھا کہ اویس میاں صاحب نے فون پر بتایا کہ ابو کا وصال ہو گیا۔اس خبر جانکاہ سے پیروں تلے کی زمین کھسک گئی، فوراً واپس ہوا، دیکھا تو خبر حقیقت تھی۔سوگواروں کے درمیان کھڑا ہو کر آنسو بہاتا رہا۔

ایک دفعہ ابو کا جلال دیکھنے کو ملا۔اس دن ابو کے پوتے سید فیضان میاں (سید واجد علی حسنی نوری) کی بسم اللہ تھی۔جب بسم اللہ پڑھانے کا وقت آیا تو ان کو بسم اللہ پڑھانے کی بہت کوشش کی لیکن چھوٹا سید ایسا اکڑا کہ ایک لفظ پڑھنے کو تیار نہیں۔"زمین جنبد زماں جنبد قطب نمی جنبد"۔یہ کیفیت دیکھ کر ابو کو جلال آ گیا۔فرمایا ہٹ جاؤ سب، میں دیکھتا ہوں۔وہ کیسا جلال تھا کہ جس کے آگے چھوٹے سید نے ہتھیار ڈال دیئے اور پھر ایسا پڑھا، ایسی زبان چلی کہ پھر کبھی نہیں رکی، آج بھی گفتار کی روانی کا یہ عالم ہے کہ اچھے اچھے انگشت بدنداں ہیں۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی ☆ سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

ابو فرماتے تھے میں تو ایک جفاکش مزدور ہوں۔حلال روزی کے حصول کے لئے عمر بھر محنت ومشقت کی ہے۔دکانداری بھی کی، نوکری بھی کی مگر ایمانداری سے۔فرماتے حرام سے بچنا اس دنیا میں بہت مشکل کام ہے۔ایک مجاہدہ ہے اور اپنے آپ سے مسلسل ایک مجادلہ بھی۔جو اپنے آپے میں رہا وہی کامیاب ہوا۔فرماتے جس نے اپنے بزرگوں کی عزت کو بٹہ لگایا وہ کبھی عزت مآب نہیں ہو سکتا۔دنیا میں رہ کر دنیا سے جی چرانا انسانیت کی معراج ہے۔خدا کو مان کر موحد بنتا ہے مگر محبت رسول سے مومن بنتا ہے۔دنیا تو سب کی ہے مگر عقبیٰ کی کامیابی صرف اسی کی ہے جس نے دل و جان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔وہ زندگی میں بھی کامیاب ہے اور مر کر بھی کامیاب۔

ڈھیروں یادیں ہیں جن کو بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔زبان دل کا ساتھ نہیں دیتی۔زبان و دل میں جب سمجھوتہ ہوا تو قلم نے بس اتنا ہی لکھا۔خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہٖ الکریم

مرجع اہلسنت ، مبلغ مسلک علماء حق رامپور، سلطان الواعظین ، چشم و چراغ سادات پیپلی شریف محقق عصر، مجمع السلاسل، محرّک سنیت پیر طریقت حضرت علامہ مولانا مولوی حافظ وقاری الحاج مفتی سید شاہد علی صاحب قبلہ حسنی قادری برکاتی رضوی نوری، نقشبندی مجددی جمالی جماعتی، چشتی صابری کریمی اشرفی ، قاضی شرع ومفتی ضلع رامپور شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ، پرانا گنج ، رامپور کا شمار اس وقت دنیائے سنیت کے عظیم المرتبت، جلیل القدر اور مقدس علماء میں ہے۔ اصحابِ علم ودانش آپ کا نامِ نامی سنتے ہی عقیدت واحترام سے اپنی پلکیں بچھا دیتے ہیں۔ ادب و تعظیم کا دامن تھام لیتے ہیں اور روزانہ کتنے فرزندانِ اسلام آپ کی بارگاہ میں حاضری کو اپنے لئے باعثِ افتخار اور آپ سے شرفِ ملاقات کو سرمایۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ بڑے بڑے صاحبانِ جبہ ودستار کو آپ کی بارگاہِ نیاز میں زانوئے ادب طے کرتے دیکھا گیا ہے۔

عالمانہ شان ووقار، خوش اخلاقی، مہمان نوازی، سائل کے سوالات کا اطمینان بخش جواب دینا، دوسروں کیلئے ایثار وقربانی کا جذبہ اور دینی ومذہبی کاموں کے لئے ہمیشہ پابہ رکاب رہنا یہ آپ کی ایسی خوبیاں ہیں جن کو چشم سر سے ملاحظہ کرنے کے بعد انسان عقیدت واحترام کے پھول نچھاور کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نہ جانے کتنے مخالف آپ کے علم اور اخلاق کی دودھاری تلوار سے گھائل ہوکر آپ کا دم بھرنے لگے۔ کتنے جانی دشمن آپ کے اخلاق کریمانہ کی تاب نہ لاکر مرغ بسمل کی طرح تڑپے اور دوست بن گئے اور کتنوں نے آپ کے ایمان وایقان کی برکتوں کے اثر سے کفر کی گھٹاٹوپ اندھیریوں سے نکل کر نور ایمان کی روشنی حاصل کرلی۔ آپ کے دست حق پرست پر اسلام لانے والوں کی لمبی فہرست ہے۔

زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ جب کسی شخصیت کو پرکھنا ہوتو اس کے بارے میں اس کے

دوستوں، اس کے ہم عصروں کی رائے اوراس پر بزرگوں کی شفقتوں کو دیکھا جائے۔ میرا دعویٰ ہے کہ درج ذیل بے ربط جملے قارئین کرام کواس جانب لے جائیں گے جو میرا مطلوب نظر ہے:

سید محترم مخدومی و محبی، کارکردگی قابلِ تقلید اور نمونۂ عمل، حاوی بر جملہ فنون عربی، بہترین منتظم، خطیب و مدرس، مناظر، مصنف، محقق، جامعہ کے بانی و منتظم، روحِ رواں، کہنہ مشق و کامیاب تجربہ رکھنے والے، جماعت اہلسنت کے مذہبی علمی اور تبلیغی تاریخ کے پرعزم اسکالر، صاحب فکرو بصیرت، عصر شناس ذہن اور حسنِ کارکردگی کے مالک، جن کے حسن عمل اور کثرتِ اشغال نے دیکھنے والوں کو انگشت بدنداں کر دیا ہے۔ نازشِ علم وفن، مجسم کرم، حضرت سید صاحب قبلہ کے حسنِ تربیت کو بار بار سلام کرنے کو جی چاہتا ہے متحرک وفعال شخصیت کے مالک، مردِ درویشِ کبیر، شہریارِ کشورِ علم وفنون، رہنمائے امیر کاروانِ اہلسنت، قائدِ اہلسنت، ان کی زندگی حرکت ہی حرکت ہے کہیں جمود نہیں، اخلاص ووفا کے پیکر، سعادت مآب، مفتی وشیخ الجامعہ، ان کی خدمات قابلِ رشک اور لائق تقلید ہیں، وہ ایک عظیم ادارہ کے اہتمام وانتظام تدریس وتعلیم اور تقریر وتبلیغ کی مشقت خیز مصروفیات کے باوجود اسلاف کے احوال وسوانح سے گہرا شغف اور تصنیف واشاعت کا کافی شوق رکھتے ہیں۔ خصوصاً علماء رامپور اور علماء بریلی کے حالات وآثار کی جستجو ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

یہ ان حضرات کے قلبی تاثرات کے اقتباسات ہیں جو بذات خود پیکر صدق وصفا، عالم دین متین اور منصب تدریس وافتا پر فائز ہیں۔ ان میں کچھ وہ بزرگ بھی شامل ہیں جو عالم باعمل ہونے کے ساتھ راہ رشد وہدایت کے شہسوار ہیں۔ یہ چند الفاظ اس لئے زیب قرطاس کئے گئے ہیں تاکہ صاحبِ تذکرہ کی شخصیت اور کارہائے نمایاں کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور یہ بھی:

صرف میں ہی نہیں زلف ورخ تاباں پہ فدا ☆ کچھ شہادت بھی ہے لازم کسی دعوے کے لئے

عام طور سے عظیم شخصیتوں کے عظیم کارناموں کو ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد یاد کیا جاتا ہے۔اس وقت ان کارہائے نمایاں کو یاد کرنے سے وہ افادیت نہیں ہوتی جوان کی ظاہری زندگی میں تذکروں میں لانے سے ہوتی ہے۔ان کے دنیا سے کوچ کرنے کے بعد جب ان کی باتوں کو منظر عام پر لایا جاتا ہے عوام تو عوام خواص بھی ان یادوں سے پوری طرح فائدہ حاصل نہیں کرپاتے ہیں۔اسی وجہ سے یہ عظیم شخصیتیں امتداد زمانہ کی تہوں میں دب جاتی ہیں اور ابناء وقت کی تغافل کیشیاں ان پر مستزاد ہوتی ہیں۔عصر حاضر کی ظلمتوں کو دور کرنے کے لئے ان معزز ہستیوں کے عظیم کارناموں کو ان کی مبارک زندگیوں ہی میں موثر انداز میں دہراتے رہنے اور اپنے دلوں میں ان کے نقوش تروتازہ رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ظلمت دور ہو اور فضاؤں میں ہمہ گیر اجالا پھیل جائے۔

ہمارے زمانہ کی ایسی ہی عظیم ہستیوں میں ایک ذات الحاج علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی جمالی کی ہے۔آپ ساداتِ عظام پیپلی شریف کے چشم و چراغ ہیں، جنہیں اس دورِ پرفتن میں مسلک علماء حق رامپور کو زندہ کرنے کا شرف حاصل ہے جو سنی دنیا میں قائد اہلسنت رامپور، محقق دوراں اور مفکر ملت کی حیثیت سے روشناس ہیں۔جو ایک طرف جید عالمِ دین اور مرجع علماء وعوام کی مسندِ اعلیٰ پر جلوہ آراء ہیں تو دوسری طرف تشنگانِ علوم دینیہ کو سیراب کررہے ہیں۔ایک طرف پیر طریقت کی حیثیت سے مسلمانوں کی رشد وہدایت کا سرچشمہ ہیں تو دوسری طرف ان کے دستِ حق پرست پر سیکڑوں غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوکر خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور اس کے حبیب ﷺ کی رسالت کا اقرار وتصدیق کرکے ایمانی زندگی گزار رہے ہیں۔ایک جان اور سیکڑوں کام، جس کا مطمح نظر ہے ''زمین پر کام اور زمین میں آرام''۔وہ مذہب اہلسنت وجماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کے بے باک حامی وترجمان اور علماء حق رامپور کے مسلک ونظریات کے امین، مفکر، واعظ اور مبلغ ہیں۔یک وتنہا اپنی منزل کی جانب رواں دواں۔جن کی شخصیت اس وقت ہزاروں

دلوں کی دھڑکن اور دلوں کا چین ہے۔ جن کی دید ہزار ہا مسلمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور جن کی شرکت ہر تقریب واجلاس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ وقت کے مایۂ ناز خطباء اہلسنت جن کے خطاب عظیم سے خوشہ چینی کرنے ، اکتساب علم اور حصول فیض کا برملا اعتراف کرتے نہیں تھکتے ، جن کی علمیت ، شخصیت اور کردار کا سکہ اہلسنت کے عام وخاص کے دلوں پر ثبت ہے۔ جن کا کوئی لمحہ مشکل ہی سے ایسا گزرتا ہو جس میں وہ قوم مسلم کی فلاح و بہبود اوران کے معتقدات کی اصلاح وپختگی کیلئے کچھ نہ کرتے ہوں۔

حضرت علامہ مولانا سید شاہد علی حسنی رضوی جمالی خانوادۂ سادات پیپلی شریف کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ حضرت الحاج سید سیف اللہ شاہ حسنی چشتی صابری کے صاحبزادے اور سید ارشاد شاہ حسنی چشتی صابری کے پوتے اور سید احمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہم الرحمۃ والرضوان کے پرپوتے ہیں۔ حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی صابری اپنے والد ماجد حضرت سید علی احمد شاہ حسنی چشتی صابری کے مرید وخلیفہ ہیں اوران کو اپنے والد حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری سے ارادت وخلافت کے ساتھ حضرت ملاّ عبدالکریم فقیر اخوند قادری منوری ، چشتی صابری (علیہم الرحمۃ والرضوان) سے بھی خلافت حاصل ہے۔ حضرت علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری قطب الدارین حضرت ملا عبدالکریم فقیر اخوند قادری چشتی صابری علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلیفہ ہیں۔ حضرت سید علی محمد شاہ حسنی حضرت سید حسن شاہ حسنی (اللہ والے بابا) کے فرزندار جمند اور سید شبیر شاہ حسنی عرف ڈنکا شاہ بابا کے پوتے ہیں۔

قارئین کرام کی خدمت میں قائد اہلسنت ، استاذ العلماء ، مرجع صوفیا اور فخر عوام وخواص اہل سنت حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی جمالی کی ہمہ جہت شخصیت کے نمایاں پہلوؤں کو پیش کرنے سے پہلے موصوف کے بعض نسبی بزرگوں اور شیوخ عظام کے حالات تاریخ کی روشنی میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جو موصوف کے نسبی افتخار کے آئینہ دار ہیں۔

(۱) سلطان العارفین حضرت سید شبیر شاہ حسنی قادری

چشتی نقشبندی سہروردی عرف ڈنکا شاہ بابا علیہ الرحمہ

حضرت سید شبیر شاہ حسنی قدس سرہٗ گیارہویں صدی ہجری کے صوفیاء کرام میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ خانوادۂ سادات پیپلی شریف اور پیپلی کی آبادی ریاست رامپور کے قیام سے پہلے کی ہے اور آج کل یہاں صرف بن ہی بن ہے آبادی کے نام سے کچھ نہیں ہے ہاں حضرت سید شبیر شاہ حسنی میاں عرف ڈنکا شاہ بابا کے مزار مقدس پر حاضر ہونے والے یا حضرت سید حسن شاہ حسنی عوامی زبان میں ''اللہ' دادا'' اور شرعی زبان میں ''اللہ والے بابا'' کے مزار پاک پر حاضری دینے والے زائرین یا پھر حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی عرف لٹھے شاہ میاں اور سید علی احمد شاہ حسنی چشتی کے عقید تمند ہجوم در ہجوم قریب کے مواضعات وشہروں سے حاضری کے لئے کثرت سے آتے رہتے ہیں اور حضرت ڈنکا شاہ بابا کے مزار مقدس پر شام کے وقت ڈنکوں کی گونج بلا ناغہ سنائی پڑتی ہے۔ متعدد مرتبہ پیپلی میں طاعون کی بیماری پھیلنے کے سبب آخری بار ۱۹۲۰ء میں پیپلی کی آبادی کے لوگ وفات پاگئے یا پھر وہاں سے کوچ کر گئے۔ مگر حضرت ڈنکا شاہ بابا کے مزار پاک پر برابر بلا ناغہ ڈنکا بجایا جاتا ہے جو درحقیقت ''اسلامی ریاست'' کے وجود کا اعلامیہ ہے۔ یہ ڈنکے روز اول سے سادات پیپلی کے سرکردہ افراد کی نگرانی میں آج تک بجتے رہے اور آج بھی بج رہے ہیں۔ حضرت سید حسن شاہ حسنی کے وصال کے بعد سید علی محمد شاہ حسنی ان کے بعد ان کے فرزند سید علی احمد شاہ حسنی ان کے بعد ان کے فرزند دلبند حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی کی نگرانی میں ڈنکا شاہ بابا کا ڈنکا بجتا رہا۔ ۱۹۲۰ء میں طاعون کے سبب آبادی کے فوت وکوچ کر جانے کے بعد حضرت سید احمد شاہ حسنی کے

قیام بلاسپور اور پھر قیام کرنپور، منیم پور کے دوران بھی حضرت ڈنکا شاہ بابا کا ڈنکا حضرت سید احمد شاہ حسنی کی نگرانی میں بجتا رہا اور پھر اُن کے بعد پیپلی شریف اور ڈنکا شاہ بابا کی روایات کے امین اُن کے بیٹے وفرزندِ رشید و جانشین اکبر حضرت سید ارشاد شاہ حسنی عرف منے میاں ہوئے۔ ان کی نگرانی وسرپرستی میں ڈنکے بجتے رہے اور سارے مراسم شریعت مطہرہ کے دائرے میں انجام پاتے رہے۔

مشہور مؤرخ نفیس صدیقی اپنی کتاب ''تاریخ روہیلہ'' میں لکھتے ہیں:

(پیپلی شریف کے) اس گھنے جنگل کی کئی شکستہ مسجدیں قدیم آبادی کا پتہ دیتی ہیں میں نے خود چند مسجدوں اور مزاروں کو دیکھا ہے جن میں ''ڈنکا شاہ میاں'' کا مزار (متوفی رجب ۱۰۶۶ھ مطابق اپریل ۱۶۶۵ء) اور 'اللہ ہو بابا' کا مزار قدامت کے لحاظ سے روہیلوں کی آمد سے پہلے کے موجود ہیں۔ (تاریخ روہیلہ ص ۲۹۔۳۰ مطبوعہ رامپور رضا لائبریری)

پیپلی شریف کے مذہبی آثار یعنی خصوصاً مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقامی قبرستانوں کی حفاظت اور انہیں خرد و برد سے بچانے کیلئے ''سادات پیپلی شریف'' کے سرکردہ اور ذمہ دار حضرات کو عوامی جذبوں اور بزرگوں کے عقیدتمندوں کے قلبی لگاؤ کے پیش نظر آگے آنے کی ضرورت ہے، درحقیقت خانوادے کے موجودہ بزرگوں کے دنیا سے عدم لگاؤ اور یادخدا میں مست رہ کر اپنے اصلی ورثے کو اپنانے کے سبب دین کے اس ضروری امر میں دیری ہونے کی بنیادی وجہ ہے اہل سلسلہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے پیشواؤں اور خانوادۂ مبارکہ کے مذہبی رہنماؤں سے گزارش کریں کہ اس امر کو ضروری دینی مذہبی اور اسلامی کام کو اولیت کے ساتھ اپنی توجہات میں شامل فرمائیں۔

حضرت سید شبیر شاہ حسنی کے سلسلہ میں زبیر شاہ خاں مؤلف ''پیپلی'' لکھتے ہیں:

آپ کا پورا نام حضرت سید شبیر شاہ میاں قادری چشتی سہروردی

نقشبندی ہے اور آپ تمام روہیلکھنڈ میں ''ڈنکا شاہ بابا'' کے نام سے مشہور ہیں۔ ہندوستان میں آپ کی آمد آج سے قریب چار سو سال پیشتر ہوئی تھی اور پیپلی میں قیام فرمایا تھا۔ پیپلی کا بن اس وقت آباد تھا۔ بن میں آج بھی اس دور کی مساجد کنویں، قلعے، ٹوٹے مکانات، قبرستان اور دیگر عمارتیں ومزارات موجود ہیں۔ آپ نے پیپلی میں قیام کر کے زہد وتقویٰ اور نیکی کا پیغام دیا، آپ کی سچائی اور عبادت سے متاثر ہو کر لوگوں نے آپ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا شروع کر دیا اور ایک بہت بڑی تعداد آپ کے حلقہ سے منسلک ہوگئی۔ آج بھی پیپلی کا خطرناک سنسان بن آپ کے ڈنکوں کی گڑگڑاہٹ سے گونجتا رہتا ہے۔ آپ کا ''روشن دھونا'' آج تک بدستور روشن ہے، دھونا دراصل مستوں اور قلندروں کا وہ چولہا ہوتا ہے جس میں آگ سلگتی رہتی ہے اور اس کے اردگرد حلقہ بنا کر مست اور قلندر بیٹھ کر اللہ ہوٗ کا ورد کیا کرتے ہیں اور کبھی جوش میں آ کر کھڑے ہو کر حلقہ بھی کرتے ہیں۔ آپ کے دھونے کا مست بہت احترام کیا کرتے ہیں اور کسی کو ناپاک ہاتھ تک لگانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

حضرت ڈنکا شاہ بابا کا وصال آج سے تین سو پچپن سال قبل ۱۰۶۶ھ/۱۶ رجب المرجب بروز جمعرات طلوع آفتاب کے وقت ہوا تھا اور آپ ہی کی خانقاہ میں آپ کو دفن کیا گیا...... آپ کے مزار پاک پر حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ درگاہی محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی حاضری دی تھی۔ اس کے علاوہ نواب کلب علی خاں، نواب حامد علی خاں اور نواب رضا علی خاں نے بھی آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی تھی نواب کلب علی خاں ''خلد

آشیاں'' نے پورا بن آپ کے مزار کے نام وقف کردیا تھا (پپلی ص ٦)..... عرس مبارک صدیوں سے ١٦/١٥/اور ١٧/ر جب کو بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ منایا جاتا ہے آپ کے عرس میں شامل ہونے کے لئے صدیوں سے کچھ خاندان وقف ہیں ان کی نسلیں ہمیشہ آپ کا عرس کرتی ہیں اور کرتی رہیں گی۔ فقیروں، ملنگوں، قلندروں اور صوفیاء کرام کا ایک مجمع سا لگا رہتا ہے اور کامل درویشوں کا دھونا روشن ہوکر جنگل میں منگل کا سا منظر پیش کرتا ہے دور دور سے لوگ منتیں، مرادیں مانگنے یہاں آتے ہیں آپ کی ہزاروں کرامات علاقہ کے رہنے والے لوگوں نے دیکھی ہیں۔ آپ کے مزار کے احاطہ میں ہر شخص زمین پر ہی بیٹھتا ہے اور زمین پر ہی سوتا ہے کسی کو بھی چارپائی یا کرسی پر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ (پپلی ص ٧)

(۲) سلطان السالکین حضرت سید حسن شاہ حسنی قادری چشتی نقشبندی سہروردی علیہ الرحمہ

گیارہویں صدی ہجری کے آخر اور بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں افق روحانیت پر ساون بھادوں کی طرح فیض وکرم کی بارش بن کر برسنے والی شخصیت کا نام ہے حضرت سید حسن شاہ حسنی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ حضرت سید حسن شاہ حسنی کی مذہبی وملکی خدمات خانوادے کے افراد میں زبان زد ہیں ان کے وصال فرمانے کے بعد ان کی خدمات جلیلہ کا برملا اعتراف کرتے ہوئے والئ رامپور کے حکم پر مستاجرہ محمدی بیگم نے سید اصغر شاہ سے ایک سوبیس بیگھہ زمین وقف علی الخیر اور ایک ہزار اسی بیگھہ زمین وقف علی الاولاد کرائی جس کی خسرہ کھتونی پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے:

"عطیہ منجانب والئ رامپور برائے مزار سید حسن شاہ"

یہ موقوفہ زمین پیپلی اور خدا گنج میں واقع ہے۔ مزار شریف کے چاروں طرف کاشت کی آراضی ہے اور پورب کی جانب مزار پر جانے کا راستہ ہے۔

حضرت سید حسن شاہ حسنی قادری چشتی نے پوری زندگی خدمت خلق اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی اور عام وخاص لوگوں کے دکھوں اور تکلیفوں میں کام آنے میں گذاری۔ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں ہی اپنے فرزندِ رشید حضرت سید علی محمد شاہ حسنی قادری چشتی کو علومِ ظاہری وباطنی میں ممتاز کر دیا تھا۔ یہ آپ کی توجہات عالیہ اور دنیا سے عدمِ رغبت کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت سید علی محمد شاہ حسنی سلوک ومعرفت اور جذب وکیفیت میں اپنے وقت کے فقراء وصوفیاء میں ممتاز ہوئے۔ در حقیقت حضرت سید علی محمد شاہ حسنی اپنے والد مکرم حضرت سید حسن شاہ حسنی کی سچی تصویر ہیں۔ آپ کے دور اقدس میں نواب علی محمد خاں نے پیپلی میں ٹکسال قائم کی اور آپ کے گھرانے میں بجنے والے ڈنکے کو اپنی ریاست کی علامت قرار دیا اور باقاعدہ اس کو حضرت سید شبیر شاہ حسنی کے مزار مقدس کی خاص علامت بنایا اُس "طبل پیپلی" کو ریاست رامپور کی علامت قرار دیتے ہوئے صاحب اخبار

الصنادید لکھتے ہیں:

سکہ زد بر کل کٹھیر طبل زد در پیپلی   پاد شاہ شد روہیلہ نام او محمد علی

چنانچہ یہ طبل (ڈنکا) آج تک مندرجہ بالا تفصیلات کے مطابق بج رہا ہے۔ جو حضرت ڈنکا شاہ بابا کے بیان میں آپ نے پڑھیں یہ ان بزرگوں کی کھلی کرامت اور خرق عادات میں سے ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس شعر میں وزن شعری کی وجہ سے علی محمد کو محمد علی لکھ دیا گیا ہے۔

زبیر شاہ خاں مؤلف ''پیپلی'' ڈنکا بجنے کی کیفیت کو رقم کرتے ہیں:

اس کی دھم دھم اور گھن گرج سے سارا بن گونج اٹھتا ہے اور مختلف قسم کے جانوروں کی بھیانک آوازیں آنا ختم ہو جاتی ہیں۔ (پیپلی ص ۵)

آپ نے اپنے والد سید شبیر شاہ حسنی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زہد وتقویٰ اور نیکی کا پیغام دیا آپ کی سچی عقیدت اور عبادت سے متاثر ہو کر بھی لوگوں کی بہت بڑی تعداد آپ کے حلقہ سے منسلک ہوگئی آپ نے مسجدیں اور رِفاع عام کے لئے جا بجا کنویں تعمیر کرائے۔

☆☆☆☆☆

(۳) سلطان الاولیاء حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری کریمی علیہ الرحمہ

حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری بارہویں و تیرہویں صدی ہجری کے جلیل القدر بزرگوں میں مشہور و معروف ہیں۔آپ حضرت ملا عبدالکریم فقیر اخوند قادری چشتی صابری قدس سرہٗ العزیز کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔حضرت ملا فقیر اخوند علیہ الرحمہ نے ۱۶ رشوال المکرّم ۱۱۷۹ھ میں بروز دوشنبہ شریف پپلی شریف میں خلافت عطا فرمائی۔

آپ حضرت سید علی احمد چشتی صابری پپلی والوں کے شیخِ طریقت ہیں۔ظاہری شکل وصورت سے بہت نحیف ولاغر نظر آتے تھے حالانکہ آپ بہت طاقتور اور عجیب وغریب قوت کے مالک تھے، وقت کا بڑے سے بڑا پہلوان آپ سے زور آزمائی نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت صوفی شاہ محمد حسن چشتی صابری خلیفہ حضرت شاہ محمد امیر چشتی صابری خلیفہ حضرت ملا عبدالکریم فقیر اخوند قادری چشتی صابری علیہم الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

وی از خلفاء اخوند فقیر صاحب بودند کہ ذکر شریفش بالا گذشت۔راقم درسنِ تمیز از دیدارِ وی مشرف بودہ است۔فقر صابریہ از بشرۂ وی ہویدامیگردید، گوی مصداق ایں شعر بودند۔

می تواں داشت نہاں عشق زمردم لیکن
زردیِ رنگِ رخ وخشکیٔ لب راچہ علاج

سوائے قوت باطنیہ قوت ظاہری نیز می داشتند کہ حکایاتِ زورآوریٔ وی دریں دیار مشہور است۔روزے راقم درجائے ایستادہ بود، میر مدد علی پہلوان کہ کمالِ قوتش دریں شہر مشہور است ذکر طاقت وقوت وی بیان می نمود کہ بآزمائش قوتش دستِ خود پیشش بردم وی ساعد مرادردو

انگشت سبابہ و وسطی گرفتند تاب گرفت آن نتوانستم۔ گفتم میاں صاحب گذارید دستم شکستہ می شود۔ انتہی گویم کمال قوتِ باطنی وی در پردہ طاقت ظاہری اظہار کرامت می نمود دریازدہم جمادی الاولیٰ (۱۲۵۰ھ) وفات یافتند و در موضع پیپلی کہ بطرف شمال از رامپور دہ کروہ است مدفون گشتند۔ (انوارالعارفین ص ۵۱۴)

ترجمہ: وہ (حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی) ملا عبدالکریم فقیر اخوند کے خلفاء میں سے تھے جن کا ذکر مبارک اوپر گزر چکا۔ راقم نے ہوش سنبھالنے پر ان کا دیدار کیا ہے۔ ''فقر صابریہ'' ان کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا، گویا وہ اس شعر کے مصداق تھے۔

لوگوں سے عشق کو چھپایا جا سکتا ہے لیکن چہرہ کا
زرد رنگ اور ہونٹوں کی خشکی کو کیسے چھپایا جائے۔

باطنی قوت کے علاوہ ظاہری طاقت بھی رکھتے تھے ان کی زور آوری کی حکایتیں اس علاقہ میں مشہور ہیں۔ ایک روز میں ایک جگہ کھڑا تھا ''میر مدد علی پہلوان'' جس کی زور آوری اور طاقت وقوت اس شہر (رامپور) میں مشہور ہے اس نے حضرت ''سید علی محمد شاہ'' کی طاقت وقوت کا بیان کیا کہ ان کی طاقت کی آزمائش کے لئے میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سامنے کیا انہوں نے میری کلائی صرف دو انگلیوں انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے پکڑلی میں ان کی پکڑ کی تاب نہ لا سکا میں نے عرض کیا! میاں صاحب چھوڑ دیجئے میرا ہاتھ ٹوٹ جائے گا۔ بہر حال میرے بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری طاقت کے پردہ میں باطنی قوت کی کرامت کا کمال ظہور میں آتا تھا۔ ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی اور پیپلی میں مدفون ہوئے جو کہ رامپور سے اتر جانب دس کوس پر واقع ہے۔

حافظ احمد علی خاں شوق حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی قدس سرہٗ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ملا فقیر اخوند کے خلفاء میں سے تھے صاحبِ ''انوار العارفین'' لکھتے ہیں میں نے

سنِ تمیز میں ان کو دیکھا تھا۔ ''چشتیہ صابریہ'' کا فقر ان کی صورت سے عیاں تھا۔ ان کی شہ زوری کی بھی حکایتیں مشہور ہیں۔ گیارہویں جمادی الاولیٰ سن بارہ سو پچاس (۱۲۵۰ھ) کو انتقال کیا۔ اور موضع پیپلی تحصیل سوار میں جو رامپور سے دس کوس ہے دفن ہوئے۔'' (تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۶۴)

سلطان الاولیاء حضرت سید علی محمد شاہ حسنی علیہ الرحمہ پر جب جلالی اور خاص استغراقی کیفیت طاری ہوتی تھی تو آپ پیپلی کی آبادی سے دور پیپلی کے گھنے بن میں چلے جاتے تھے ضرب الا اللہ اور اللہ ورد زبان ہوتا اتنا لمبا عرصہ آپ بن میں گزارتے تھے کہ آپ کو لوگ بن والے میاں بھی کہنے لگے تھے۔ اُن دنوں آپ شیر پر سواری فرماتے اور سانپ کوڑے کی جگہ ہاتھ یا گلے میں ہوتا اور شیر کی گپھا میں شیر کے ساتھ رہتے تھے۔ مندرجہ بالا واقعہ کے راوی خاندان کے افراد کے علاوہ علاقہ بھر میں اتنی بڑی تعداد میں ہر دور میں رہے ہیں جن کی روایت کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

رامپور کے معروف عارفِ کامل وروحانی پیشوا قطب ارشاد حضرت حافظ سید شاہ جمال اللہ قادری نقشبندی بسا اوقات آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے اور کبھی کبھی حضرت شاہ درگاہی محبوب الٰہی بھی آپ کے ہم رکاب ہوتے۔ قطب ارشاد حضرت حافظ سید شاہ جمال اللہ قادری بھی عموماً ان ہی دنوں پیپلی بن کا رخ کرتے جب انوار الٰہی کی جلالی تجلیات آپ پر وارد ہوتیں اور عام انسان آپ کی ہیبت وجلال کی تاب نہیں لا پاتے تھے۔ حضرت قطب ارشاد کے پیپلی تشریف لے جانے کے سلسلے میں زبیر شاہ خاں اپنے مقالہ ''پیپلی'' میں لکھتے ہیں

آپ (سید شبیر شاہ حسنی چشتی) کے مزار پاک پر (قطب ارشاد) حضرت حافظ (سید) شاہ جمال اللہ اور (فیض بخش) شاہ درگاہی محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی حاضری دی ہے۔ (پیپلی ۶)

سلطان الاولیاء اور قطب ارشاد کے درمیان روحانی اسرار ورموز پر گفتگو ہوتی قطب

ارشاد مہمان ہوتے اور سلطان الاولیاء میزبانی فرماتے ، سلطان الاولیاء جلالی کیفیات اور عالم جذب میں بھی اپنے مریدوں کی تربیت سے بے خبر نہ ہوتے تھے بلکہ استغراقی اور جلالی کیفیت میں بھی تربیت فرماتے تھے اور قطب ارشاد بھی پپلی پہنچ کر اپنے مریدوں کی روحانی تربیت فرماتے تھے ، چنانچہ آج بھی حضرت فیض بخش شاہ درگاہی محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی ''چلہ گاہ'' زیارت گاہِ خاص وعام ہے ۔ جس طرح خلوتوں اور جلوتوں میں قطب ارشاد حضرت حافظ سید شاہ جمال اللہ اور سلطان الاولیاء حضرت سید علی محمد شاہ حسنی آپس میں روحانیت کے ہمراز تھے ، قطب ارشاد کے پردہ فرمانے کے بعد ان کے جانشین اکبر حضرت فیض بخش شاہ درگاہی محبوب الٰہی قدس سرہٗ نے بھی سلطان الاولیاء اور سلطان الاولیاء کے فرزند و جانشینِ اکبر حضرت سید علی احمد شاہ حسنی قادری چشتی صابری سے اپنے موروثی روحانی مراسم قائم واستوار رکھے ۔

محمد علی چشتی صابری ساکن ہونس پور ضلع رامپور کی روایت :

ملا غوث محمد ، صائب علی پردھان ، کریم بخش اور دیگر ساکنان منیم پور ، کرن پور و دیگر قرب وجوار کے علاقوں کے مریدین سلطان الاولیاء حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری کی بارگاہ میں کئی کئی دن قیام کرتے اپنے گاڑی ، بیل لے کر جاتے اور ''پپلی بن'' سے لکڑیاں لے کر آتے جتنے دنوں ''پپلی شریف'' میں مقیم رہتے ۔ حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی کے یہاں مہمان رہتے اِن مریدین کی مہمان نوازی کرنے میں سید علی محمد شاہ حسنی جو لطف محسوس کرتے اس کا اندازہ عام لوگ نہیں لگا سکتے صرف واقعات سے ان کے احساسات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے یا پھر آپ کے چشم و چراغ حضرت مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی کی مہمان نوازی دیکھ کر ان مہمان نوازیوں کا عکس بچشم سر دیکھ کر یقین کر سکتے ہیں ۔

مولانا محمد علی چشتی کہتے ہیں کہ میرے ابّا (دادا) بتاتے تھے ، ان کے والد نے ان کو بتایا کہ حضرت سید علی محمد شاہ حسنی علیہ الرحمہ اپنے مہمانوں کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے کئی کئی ہفتے ٹھہرانے کے بعد بھی کبھی مہمان سے نہ اکتاتے اور نہ کبھی مہمان کے دل پر گھر سے دور

ہونے کا احساس ہوتا۔ مہمان آپ کے پیار و خلوص اور محبت و دلجوئی کے سبب ایسے خود رفتہ ہوتے کہ فکر جہاں سے آسودہ ہو جاتے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ آپ مہمانوں کو باصرار روکتے اور آپ کے اصرار میں خلوص و پیار کی ایسی جھلک ہوتی کہ آپ کی بارگاہ میں آنے والے سر تسلیم خم کر دیتے اور شیخ محترم کے قدموں میں رہنے کو ہی عافیت سمجھتے اور یہ یقین بھی رکھتے کہ چند روز کی یہ صحبت ان کی عاقبت سنوار دے گی۔ آپ مہمان نوازی کر کے روحانی سکون حاصل کرتے تھے دیکھنے والے محسوس کرتے کہ گویا مہمان کی صورت میں کوئی قیمتی چیز مل گئی اور مقصد دلی حاصل ہو گیا ہو۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں، آج بھی اس علاقہ کے لوگوں میں زبان زدِ خاص و عام ہیں۔

یہ روایت بھی حد تواتر کو پہنچ گئی ہے اور راویوں کی اس قدر کثرت ہے کہ صرف ان کے ناموں کو لکھنے کے لئے دفتر درکار ہے کہ آپ کی حیات ظاہری میں اور حیات ظاہری کے بعد بھی ایک شیر نسلاً بعد نسلٍ آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتا رہا اور یہ بھی کہ ''پپلی'' کے وسیع و عریض بن کے کسی بھی خطہ میں آپ کا مہمان ہونے کی نیت سے جو بھی ''پپلی بن'' گیا دو سو سال سے زیادہ عرصہ میں ایک واقعہ نہیں کہ آپ کے کسی مہمان کو کسی شیر، چیتے یا درندہ نے معمولی ایذا بھی پہنچائی ہو۔

حاجی لاڈلے صاحب (بہار حسین کے والد پہلے پرسو پورہ رہتے تھے) ساکن بگی کی روایت:

(جنوری ۲۰۰۴ میں بقول حاجی صاحب موصوف ان کی عمر تقریباً ۱۰۸ سال ہے)

مجھ سے بیان کیا کہ یہ واقعہ آج سے تقریباً ۸۵ رسال پہلے میری جوانی کا ہے جب جنگلات گھنے، وحشی جانوروں اور درندوں سے بھرے ہوئے تھے بڑی احتیاط اور قافلوں کی شکل میں ان سے گزرا جاتا تھا مگر جو حضرت سید علی محمد شاہ حسنی قادری چشتی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری کی نیت سے جاتا تو حضرت کی حفاظت میں ان کی جائے مسکن ''پپلی بن'' میں بے دھڑک جاتا اور بحفاظت تمام واپس آتا۔ اس کو وہاں کسی وحشی جانور سے گزند پہنچنے کا

خوف دامن گیر نہ ہوتا۔

میں بھی ایک روز لکڑیاں لانے کے لئے حضرت موصوف کا مہمان بن کر دل میں حضرت کا تصور جمائے بے خوف وخطر اپنی بیل گاڑی میں بیٹھا یک وتنہا لکڑی لینے کے لئے پپلی بن گیا، بن میں اچانک میری راہ میں ایک ''خونخوار شیر'' حائل ہوگیا میں نے اپنی بیل گاڑی روک دی شیر بھی چند قدم کے فاصلے پر ٹھہر گیا۔ میں اس انتظار میں رہا کہ وہ راستہ چھوڑے تو میں اپنی گاڑی آگے بڑھاؤں مگر ''شیر'' تھا کہ ہٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا اس کیفیت کو کافی دیر ہوگئی تو انسانی فطرت کے مطابق میرے اندر بھی خوف کی رمق پیدا ہوئی مگر میرا دل کہہ رہا تھا کہ میں اپنے بیلوں کے ساتھ صحیح وسلامت رہوں گا۔ کیونکہ میں حضرت کا مہمان اور ان کی پناہ میں ہوں اور حضرت اپنے مہمانوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ لطف کی بات یہ کہ گاڑی کے دونوں بیل بھی ساکت وصامت اپنی جگہ ٹھہرے ''شیر'' کو دیکھ رہے تھے جبکہ ''شیر'' جیسے خونخوار جانور کو دیکھ کر بیلوں کا بِدک جانا فطری تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ہمارے اور شیر کے درمیان کوئی غیر مرئی طاقت ہے جو شیر کو آگے بڑھنے سے روک رہی ہے۔ غرض کہ شیر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک ہمارے سامنے بے حس وحرکت رکا رہا پھر اچانک اس نے منہ موڑا اور جنگل کے اندر چلا گیا۔ جب راستہ صاف ہوگیا تو میں نے بھی اپنی گاڑی آگے بڑھائی اور حضرت کی بارگاہ میں حاضری دے کر بخیر وعافیت گھر واپس آگیا۔

گھر پہنچ کر جب میں نے اس حادثہ پر غور کیا تو مجھے اپنی غلطی نظر آئی کیونکہ میں نے گھر سے چلتے وقت یہ سوچا تھا کہ دیکھوں حضرت کس طرح اپنے مہمانوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ یہ اسی لایعنی سوچ کی سزا تھی جس نے مجھے ڈیڑھ گھنٹے تک ذہنی خلفشار میں مبتلا رکھا۔ گھر پہنچ کر میں نے حضرت کی نذر دلائی جو میں نے اس حادثہ کے دوران مان لی تھی۔

مندرجہ بالا واقعہ حضرت سید علی محمد شاہ حسنی کا اپنے چاہنے والوں کی امداد کا بین ثبوت ہے جبکہ اب سے ۳۵-۴۰ برس پہلے تک پپلی بن میں شیر اور چیتے عام طور پر پائے

جاتے تھے پیپلی بن کے نواحی علاقوں اور شاہراہوں پر بھی شیر چیتے اور دیگر درندوں کے حملے عام تھے اور کثرت سے جنگلی جانور پائے جاتے تھے جن سے رات و دن میں کسی وقت میں بھی پیپلی بن یا گرد و نواح میں جانا جان کو خطرے میں ڈالنا ہوتا تھا۔

حاجی شوکت علی صاحب عرف حاجی مٹرو ساکن محلہ نیم والی مسجد، نگلیا عاقل، ضلع رامپور۔ (۲۰۰۴ء میں مجھ سے روایت کیا)

حاجی صاحب نے اپنے اوپر گزرا ایک واقعہ بیان کیا اور اس کے علاوہ حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی اور آپ کے خانوادے کے بزرگوں کے مزارات پر ''شیر'' کی حاضری کی چشم دید تصدیق کی۔

وہ کہتے ہیں: میری عمر اس وقت ۸۵/سال ہے میری نوعمری کے ایام میں پیپلی بن سے لکڑیاں لانے کا عام رواج تھا ہم بھی ۱۸/۲۰/سال کی عمر سے ہی بن سے لکڑیاں لاتے تے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے ہم کئی لوگ غلہ لانے کے لئے بیل گاڑیوں سے غدر پور جا رہے تھے۔ سب سے آگے میری بیل گاڑی تھی اور سب سے پیچھے چھوٹ (احمد نبیہ عرف لالہ چکی والے محلہ مسجد تالاب، نگلیا عاقل کے والد کا نام چھوٹ تھا) کی بیل گاڑی کی تھی رات کا وقت تھا۔ ملک خانم کے پاس روڈ کی بات ہے۔ چھوٹ نے زور سے ایک چیخ ماری اور آواز لگائی دوڑو کسی چیز نے میرے بیل پر حملہ کر دیا۔ اس کے شور و غل کی آواز اتنی پر درد تھی کہ دل لرزنے لگا۔ فوراً آگ جلائی گئی دیکھا تو واقعی اس کا بیل زخمی تھا لیکن آگ دیکھ کر شیر وہاں سے جا چکا تھا ہمارے ساتھیوں میں جو زیادہ جانکار تھے انہوں نے بتایا کہ ''شیر'' کا کوئی نیا پٹھا تھا (کم عمر شیر) جو ادھر آنکلا ہوگا ورنہ بیل، شیر کے حملہ کی تاب نہ لاکر وہیں دم توڑ دیتا۔ گاڑی لے کر بیل کچھ ہی دور چلا اور پھر کوئی آدھا گھنٹہ بعد اس نے دم توڑ دیا۔

مذکورہ واقعہ سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب ملک خانم ماٹ کھیڑا

شاہراہ (سوار سے بلاسپور جانے والا روڈ) درندوں سے اس قدر غیر محفوظ تھی تو اصل ''پیپلی بن''میں درندوں کی کثرت اوران سے عدم تحفظ کا کیا حال ہوگا۔

محمد علی چشتی صابری ساکن ہونس پور کا بیان:

ایک مرتبہ میرے دادا کے دادا'' کریم بخش'' اوران کے ساتھی کئی دن سے '' پیپلی شریف''میں حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ بیل گاڑیوں میں بھاری لٹھے بھر کر گاڑیاں لوڈ کردی گئیں۔بس رخصت لینے کی ہی تیاری تھی جب سید صاحب قبلہ سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا! ابھی کچھ اور دن ہمارے یہاں مہمان رہو۔ کچھ دن اور قیام کے بعد اجازت چاہی تو آپ نے ارشاد فرمایا! ابھی چند دن اور ہمارے یہاں مہمانداری کرو، پھر ہم تمہیں بخوشی گھر کو روانہ کردیں گے۔ کریم بخش اوران کے ساتھیوں نے عرض کی حضور اچھا ہم آج اور آپ کے یہاں مہمان رہیں گے آپ کل ضرور ہمیں اجازت مرحمت فرمادیں حضرت سید علی محمد شاہ حسنی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

''ٹھیک ہے ہم کل تم سے رکنے کو نہیں کہیں گے اور جاؤ گے تو ناراض نہیں ہوں گے اور رک جاؤ گے تو تمہارے رک جانے سے ہمیں خوشی ہوگی مگر اب تک تمہاری لکڑیوں کی دیکھ بھال ہم نے کی ہے آج دیکھ بھال تم خود کرو گے''۔

کریم بخش اوران کے ساتھیوں نے کہا حضور! یہ اتنے بھاری بھرکم لٹھے جن میں سے ہر ایک اتنا وزنی ہے کہ کئی لوگ مل کر بھی بآسانی نہیں اٹھا سکتے ان کی رکھوالی کی کیا ضرورت ہے؟۔

فرمایا تم جانو.......جب صبح آنکھ کھلی تو لٹھے گاڑیوں میں سے غائب تھے اور گاڑیاں صحیح وسالم ویسے ہی کھڑی تھیں....تلاش ہوئی، آس پاس کا چپہ چپہ چھان مارا گیا مگر لٹھوں کا کہیں پتہ نہ چلا تو ہم نے عرض کیا اور طالب دعا ہوئے فرمایا! اچھا رات کو دعا کریں گے کہ جس نے تمہاری لکڑیاں اٹھائی ہیں وہی واپس بھی کردے....اب تو رات کو رکنا ہی تھا کیوں کہ خالی گاڑیاں لے کر کہاں جاتے۔رات کو ٹھہرے، سید علی محمد شاہ حسنی چشتی ان کی مہماں

نوازی کر کے خوب خوب مسرور ہوئے اور جب صبح اٹھ کر دیکھا تو وہ لٹھے اسی حالت میں بھرے پائے گئے۔ کریم بخش اوران کے ساتھی لٹھے پا کر خوش وخرم حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی سے اجازت لے کر واپس منیم پور آ گئے۔ ایک عرصہ تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ وہ لٹھے کہاں چلے گئے تھے اور کس طرح واپس ہوئے۔ بس اتنا معلوم تھا کہ پیپلی والے میاں نے دعا کی تھی اور لٹھے واپس آ گئے تھے۔ اس واقعہ سے علاقہ بھر میں آپ کو ''لٹھے شاہ بابا'' کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ مگر جب حضرت سید علی محمد شاہ حسنی علیہ الرحمہ کے ایک خادم خاص کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو اس نے راز کو آشکارا کیا اس نے لوگوں کو بتایا:

''میرے پیر ومرشد حضرت سید علی محمد شاہ حسنی نماز تہجد کیلئے مسجد میں تشریف لائے تو انہوں نے کنویں کی طرف انگلی کا ارشارہ کر کے لفظ ''الف'' کی تکرار کی میں اس وقت بیدار تھا میں نے دیکھا کہ آپ مسلسل ''الف الف'' پڑھ رہے ہیں اور مسجد سے متصل کنویں سے لٹھے برآمد ہو رہے ہیں۔ آپ لفظ ''الف'' پڑھتے جاتے، انگلی کا ارشارہ لٹھے کی طرف کرتے جاتے اور لٹھا بتدریج اوپر کو اٹھتا چلا آتا یہاں تک کہ پورا لٹھا باہر آ جانے پر اور آپ کے اسی لفظ ''الف'' کی تکرار سے انگلی کے اشارے کے سہارے سارے لٹھے گاڑی میں لدھ گئے۔'' جب آپ اس کام سے فارغ ہو کر مسجد کو چلے، میری زبان سے ایک چیخ نکلی کہ ''او میرا پیر تو زندہ ولی ہے'' فوراً آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا:

''خبردار اب کبھی یہ مت بولنا، یہ ایک راز ہے اگر تو نے راز فاش کیا تو اندھا ہو جائے گا''۔

جس وقت یہ راز اس خادم خاص نے لوگوں کو بتایا وہاں موجود لوگوں نے دیکھا کہ وہ مرید واقعہ کے آخری الفاظ کہتے ہی اندھا ہو گیا۔ اس کا اثر ابھی تک اس کی نسل میں پایا جاتا ہے، اس کی اولادیں آج تک چندھی پیدا ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۴) زبدۃ العارفین حضرت سید علی احمد شاہ حسنی

چشتی صابری، قدوسی کریمی علیہ الرحمہ

حضرت سید علی احمد شاہ حسنی تیرہویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت، صاحب کشف وکرامت اور معدن فیض وبرکت بزرگ تھے۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ ہونے کے ساتھ ہی آپ کو قطب دارین حضرت ملّا عبدالکریم فقیر اخوند قادری چشتی صابری علیہ الرحمہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

''مقام ملا فقیر اخوند'' میں حضرت ملا عبدالکریم قادری چشتی صابری علیہ الرحمہ کے خلفاء عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے اسماء مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحبِ کتاب شبیر حسن خاں سکریٹری صولت پبلک لائبریری، رامپور لکھتے ہیں۔

''۱۔ حضرت سید علی احمد پیپلی والے۔''

حضرت سید علی احمد شاہ حسنی قادری چشتی صابری قدس سرہٗ العزیز کو حضرت ملا عبدالکریم فقیر اخوند قادری نے پیپلی شریف جا کر خلافت عطا فرمائی۔ جیسا کہ صوفی محمد حسن چشتی صابری قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

''حضرت سید علی احمد پیپلی والے نے ۱۶؍شوال ۱۱۷۹ھ میں بروز دوشنبہ وقت عصر پیپلی میں خلافت پائی۔'' (تواریخ آئینہ تصوف ص ۵۰۷)

حضرت سید علی احمد شاہ حسنی چشتی صابری نے عمر شریف طویل پائی۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو ۱۱۷۹ھ میں ملا عبدالکریم فقیر اخوند قادری چشتی صابری نے خلافت عطا فرمائی اور دوسری جانب ''تواریخ آئینۂ تصوف'' میں صاحب ''آئینۂ تصوف'' نے آپ سے حاصل کی ہوئی بعض زبانی روایتوں کو اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے۔ جبکہ تواریخ آئینۂ تصوف ۱۳۱۱ھ میں پہلی بار طبع ہوئی اور بعض قرائن سے پتہ چلتا

ہے کہ ۱۳۱۱ھ کے قریب ہی اس کو مرتب نے ترتیب دیا۔

حضرت صوفی شاہ محمد حسن صابری ''تواریخ آئینۂ تصوف'' کے ص ۴۳ پر حضرت فیض بخش شاہ درگاہی محبوبِ الٰہی قدس سرہٗ کا حضرت کمال الدین عرف سید کلیم شاہ کو اجازت وخلافت عطا فرمانے کا تذکرہ تحریر کرتے ہوئے حوالہ دیتے ہیں۔

''زبانی میاں علی احمد خلیفہ حضرت اخوند فقیر علیہ الرحمہ پپلی والے سے دریافت ہوا۔''

پپلی شریف کے ان بزرگوں کے قطب ارشاد حضرت حافظ سید شاہ جمال اللہ قادری نقشبندی اور آپ کے مرید وخلیفہ وجانشین حضرت فیض بخش شاہ درگاہی محبوب الٰہی قادری نقشبندی جمالی سے بھی اپنے اپنے دور میں بہت گہرے مراسم وروابط اور دوستانہ ومخلصانہ تعلقات رہے ہیں۔ ایک دوسرے کا اپنے یہاں خصوصی تقریبات میں بلانا اور دعوت وبلانے پر جانا۔ پھر ایک دوسرے سے وابستہ یادوں کے نقوش کو اپنے ذہن ودماغ میں مرتسم کرنا اور یاد رکھنا خصوصی قرب اور روحانی تعلقات کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ جب حضرت صوفی شاہ محمد حسن چشتی صابری کو ''تواریخ آئینۂ تصوف'' کی ترتیب کے دوران حضرت سید کلیم شاہ علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت شاہ درگاہی محبوب الٰہی قادری نقشبندی، رامپوری کی تاریخِ خلافت واجازت کو اپنی کتاب میں درج کرنا ہوا تو آپ نے حضرت شاہ درگاہی محبوب الٰہی کے قریبی رفیق حضرت سید علی احمد شاہ حسنی چشتی صابری سے اس سلسلہ میں رجوع کیا اور حضرت سید علی احمد شاہ حسنی چشتی نے نصف صدی سے زیادہ گذر جانے کے بعد زبانی ہی وہ سن وتاریخ یہاں تک کہ دن کا نام اور وقت بھی بتادیا کہ فلاں وقت حضرت شاہ درگاہی محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت کمال الدین عرف سید کلیم شاہ علیہ الرحمہ کو خلافت عطا فرمائی اور یہ بھی بتادیا کہ یہ واقعہ کس جگہ وقوع پذیر ہوا۔ (ملخصاً تواریخ آئینۂ تصوف ص ۴۳)

''زبیر شاہ خاں صاحب اپنے مقالہ ''پپلی'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ شکار کی غرض سے کئی بار پپلی تشریف لے گئے اور ساتھ میں اپنے نائب حضرت شاہ درگاہی محبوب الٰہی کو بھی لے گئے۔'' (پپلی ص ٦)

(۵) حضرت الحاج سید احمد شاہ حسنی چشتی صابری

قدوسی کریمی علیہ الرحمہ

۱۹۲۰ھ کی بات ہے اپیپلی میں طاعون پھیلنے کے سبب آبادی ختم ہو رہی تھی، بچے کھچے لوگ بھاگ رہے تھے، طاعون کے سبب لوگوں کی کثیر تعداد لقمہ اجل بن چکی تھی۔ مگر آپ برابر صبر و شکر کی تلقین کر رہے تھے، فرامین رسول سنا رہے تھے اور پیپلی سے بھاگنے کو منع فرما رہے تھے، آپ کا اکثر وقت تجہیز، تکفین، تدفین اور نماز جنازہ پڑھانے میں صرف ہوتا۔ چنانچہ آبادی میں جب آپ اور آپ کے صاحبزادے حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا گھر اور خاندان کے لوگ بھی اہل پیپلی کے ساتھ وصال حق فرما گئے اور فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق درجۂ شہادت پا کر اس خاکدان گیتی سے رخصت ہو گئے۔ طاعون کی وبا کے دفع ہونے کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادے کے ساتھ پیپلی سے ہجرت کر کے محلہ سادات، بلاسپور آ کر سکونت اختیار کر لی۔

حضرت قاری محمد اسحٰق رضوی ازہری بانی مدرسہ فیض الاسلام، پرسوپورہ کے والد ماجد جناب محمد مشتاق صاحب جن کی عمر اس وقت بقول موصوف ۹۵ سال سے زیادہ تھی نے راقم الحروف سے ۲۱ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ/ ۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۲ء کو اپنے گھر پر ایک ملاقات میں فرمایا:

میری والدہ کا نام ''نصیبن'' تھا۔ ان کی پہلی شادی پیپلی میں ہوئی تھی۔ اور ایک بیٹے ''ولی محمد'' ان سے پیدا ہوئے۔ ولی محمد صاحب کے والد کا کچھ عرصہ بعد انتقال ہو گیا۔ ہماری والدہ کی دوسری بہن ہمارے والد کے نکاح میں تھیں اتفاق سے ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ چنانچہ ہمارے نانا کی خوشی یہ ہوئی کہ نصیبن (والدہ) کو میر محمد (والد) کے نکاح میں دے دیا جائے۔ اس طرح ہمارے والد و والدہ کا

نکاح عمل میں آیا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب منے میاں پیپلی سے نگلی میں آئے بھی نہیں تھے۔ جب منے میاں (حضرت سید ارشاد شاہ حسنی علیہ الرحمہ) نگلی آئے تب سب سے پہلے ہمارے گھرانے کو بتانے والی ہماری والدہ ہی تھیں کہ آپ (منے میاں) کا گھرانہ ولی محمد کے آباء واجداد کے پیران عظام کا گھرانہ ہے۔ ہماری والدہ بتاتی تھیں کہ ہمارے بھائی ولی محمد کے باپ دادا سب ساداتِ پیپلی کے بزرگوں سے حلقہ والی زیارت کے سلسلہ میں مرید رہے۔ اور یہ سلسلۂ بیعت پیڑھی در پیڑھی چلا آرہا تھا آخر میں ولی محمد بھی انہیں ساداتِ عظام سے وابستہ رہے اور اپنی اولاد کو بھی ترغیب دیتے تھے۔ مگر پھر زندگی نے وفا نہ کی اور ولی محمد اور ان کی اولاد بھی پیپلی کے طاعون میں چل بسی اور وہیں ان کو دفنایا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ

قاری انتخاب حسین رضوی ازہری، ساکن منیم پور، بانی مدرسہ "شوکت الاسلام" پرسو پورہ، ضلع رامپور کے دادا مولانا علی حسین صاحب ساکن منیم پور آج سے تقریباً بیس سال پہلے جن کی عمر بوقت روایت ۱۱۰ سال تھی نے راقم الحروف سے اپنے گھر پر ایک ملاقات میں فرمایا:

مولوی سید شاہد میاں صاحب کے پرداد کو کرن پور منیم پور کے لوگ بہت منت وسماجت اور خوشامد کرکے پیپلی سے یہاں لائے تھے۔ ان کا سیدوں کا بہت بڑا گھرانہ ہے۔ اور پھر بعد میں انہوں نے سید احمد شاہ حسنی اور سید ارشاد شاہ حسنی علیہما الرحمہ کے مزارات مقدسہ کی نشاندہی بھی کی جو کہ کرن پور میں پوربی جانب مسجد کی دیوار سے ملحق دونوں بزرگوں کے مزازات مقدسہ ہیں۔

نبیہ احمد پدھان، ساکن نگلیا عاقل ضلع رامپور یکم شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ کی ایک خوشگوار ملاقات میں دوران گفتگو پیپلی شریف کے ذکر پر کہنے لگے:

آج سے لگ بھگ ۵۰ سال پہلے جب میری عمر ۱۵-۱۶ سال ہی کی تھی تبھی سے میں

پیپلی جانے لگا تھا۔ کیونکہ ہمارے محلّہ میں پیپلی کے بن سے لکڑی لانے کا رواج عام تھا۔ اب سے ۱۵-۲۰ سال پہلے تک تو خوب لکڑی لانے کا رواج رہا ہے۔ کلن پدھان کا انتقال ہوگیا وہ تو پیپلی کے بزرگوں کی بہت عجیب وغریب کرامتیں بیان کرتے تھے۔ موجودہ دور کے لوگوں میں ان کی عمر سب سے زیادہ تھی۔ میری عمر اس وقت ۶۵ سال لگ بھگ ہوگی۔

حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ کے دست مبارک سے لکھا ''قرآن کریم'' ۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ کو حضرت الحاج حافظ سید ذاکر میاں حسنی چشتی نظامی صابری فرزند و جانشین حضرت سید صابر میاں حسنی چشتی نظامی صابری (علیہ الرحمہ) نے اپنے برادرِ اصغر سید کامل میاں حسنی کی موجودگی میں دکھایا۔ جسے دیکھ کر ''قرآن کریم'' سے ان کے روحانی اور قلبی لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے نیز آپ کی فن خطاطی میں مہارت وفنکاری کا بھی علم ہوتا ہے اور علم دوستی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کچھ ایسے اعلیٰ معیار اور شان وشکوہ سے فن وکمال دیکھنے میں آیا کہ دیکھنے والا بار بار دل میں بٹھانے اور آنکھوں پر لگانے کی تمنا کرے۔ ہر سطر اعلیٰ قسم کی سیاہ روشنائی سے لکھی ہے۔ یوں تو علاقۂ منیم پور کے لوگوں سے آپ کی مہمان نوازی پر زر کثیر خرچ کرنے کی روایتیں زبان زد عام وخاص ہیں اور مہمانوں پر شاہانہ خرچ جیسی باتیں بھی بہت افراد سے سنیں۔ مگر آپ کے دستِ مبارک سے لکھے قرآنِ مقدس کے اس نسخے میں اپنی آنکھوں سے آپ کی فیاضی کو راقم نے خود دیکھا کہ قرآنِ مقدس کے اس نسخے کے ہر ہر ورق کی ہر ہر سطر کے اطراف وجوانب سونے کا جھول پھرایا گیا ہے۔ دلکش و دلپسند اور دلپذیر یہ قلمی شاہکار اہل اللہ کی عظمتوں کے دلدادوں اور اولیاء کرام کے متوالوں کو دعوتِ نظارہ دیتا ہے اور دیکھنے والوں کو عالم تصور میں آستانۂ عالیہ حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ کے گرد والہانہ عقیدومحبت کے گوہر لٹانے پر مجبور کرتا ہے۔

حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ کا وصال ۲۴ محرم ۱۳۵۸ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار پاک کرن پور کی پوربی مسجد کے پوربی دروازہ کے پاس دیوار مسجد سے بالکل ملا ہوا مسجد

آپ کے بغل میں بائیں جانب پورب کو آپ کے مزار شریف سے متصل آپ کے باہر ہے اور آپ کے مرید وخلیفہ وجانشین اور صاحبزادے حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی صابری عرف منے میاں کا مزار پرانوار ہے۔

ایک مرتبہ سید احمد شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ کرن پور کی مسجد میں عشاء کی نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے کہ اچانک ایک ''شیر'' دھاڑتا ہوا مسجد کی طرف آیا۔ آپ نے وضو کا لوٹا پھینک کر مارا۔ لوٹا ''شیر'' کے منہ پر پڑا۔ ''شیر'' سہم کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ جو لوگ مسجد میں نماز عشاء کے لئے موجود تھے وہ اس واقعہ کو دیکھ کر آپ کے گرویدہ ہو گئے اور آپ کے روحانی تصرف سے بہت متاثر ہوئے۔

ممکن ہے کہ یہ ''شیر'' انہیں شیروں میں سے کوئی ''شیر'' ہو جو پیڑھی در پیڑھی آپ کے جدامجد حضرت سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ کے مزار پرانوار پر حاضری دیتے تھے۔ یہ واقعہ جناب بھولو مولوی صاحب کے علاوہ بہت سے حضرات نے بیان کیا۔ جناب امیر حسن صاحب ساکن برکی منڈیاں ضلع مراد آباد نے بھی تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں دسمبر ۱۹۸۸ء میں اس واقعہ کو بیان کیا تھا۔

بھولو مولوی صاحب ساکن منیم پور، محمد علی چشتی صابری ساکن ہونس پور وغیرہ کی روایت:

بھولو مولوی صاحب، ان کے خانوادہ کے افراد اور متعدد معمر حضرات سے معلوم ہوا کہ حضرت سید احمد شاہ حسنی کے حیدر آباد دکن میں بااثر شخصیات اور عوام میں سے کثیر مریدین اور عقیدتمند تھے، آپ نے متعدد مرتبہ حیدر آباد کا سفر بھی فرمایا۔

محمد علی چشتی صابری ساکن ہونس پور نزد ملک نگلی بیان کرتے ہیں کہ سید صاحب کے یہاں کرن پور میں کثیر مرغیاں پلتی تھیں اور ان کے انڈے مہمانوں کی ضیافت کے لئے کام آتے تھے۔ اچانک مرغیوں کی تعداد گھٹنے لگی روزانہ ایک دو مرغیاں کم ہو جاتیں۔ سید صاحب نے لوگوں کو سمجھایا اور اپنے دکھ کا اظہار کیا تاکہ جس نے ایسا کیا ہے وہ اپنی غلطی سے باز

آجائے مگر مسلسل مرغیاں کم ہوتی رہیں آپ برابر تنبیہ فرماتے رہے مگر مرغیاں برابر کم ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ساری مرغیاں ختم ہوگئیں تب آپ کی زبان سے اس شخص کے لئے نکلا کہ ''جس نے مرغیاں کھائی ہیں اس کے گوشت کو چیل اور کوّے کھائیں گے''۔ کرن پور میں ایک شخص تھا جس کا نام حیدرعلی تھا سب کا شبہ بھی اسی پر تھا مگر سید صاحب کی خفگی کے ڈر سے کوئی اس سے کچھ نہ کہتا تھا۔ لیکن اس وقت سب کا شبہ یقین میں بدل گیا جب لوگوں نے دیکھا کہ دوپہر کے وقت میں اس کے کھیت پر اس کی لاش پڑی ہے اور چیل کوّے اس کے جسم کو نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔

واقعہ اس طرح ہوا کہ گرمی کے دنوں میں وہ اپنا کھیت جوتنے کے لئے دوپہر کو اول وقت سے پہنچ گیا کھیت کے آس پاس دوسرے کاشتکار اپنی زمینیں جوتنے کے لئے ابھی نہیں پہنچے تھے۔ دھوپ کی تپش سے بچنے اور ستانے کے لئے ایک پیڑ کے نیچے لیٹا تھا کہ اس کی روح پرواز کرگئی اور اس کے مردہ جسم کو چیل اور کوّے نوچ نوچ کر کھانے لگے جب آس پاس کے کاشتکار اپنے کھیتوں پر پہنچے اور اس کی اس کیفیت کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ چونکہ اس نے پپلی والے میاں کی مرغیاں کھائی تھیں جس کی وجہ سے مہمانوں کی ضیافت میں انہوں نے پریشانی محسوس کی تھی اور اس سے ان کی زبان سے نکلا تھا کہ ''جس نے مرغیاں کھائی ہیں اس کے گوشت کو چیل اور کوّے کھائیں گے'' لہٰذا یہ اسی کا اثر ہے کہ اس کے جسم کو چیل کوّوں نے نوچ نوچ کر کھایا۔

(۶) حضرت سید ارشاد شاہ حسنی عرف منے میاں

چشتی صابری، قدوسی، کریمی علیہ الرحمہ

حضرت سید ارشاد شاہ حسنی اپنے والد حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی صابری کے مرید وخلیفہ اور جانشین تھے۔ آپ نے پہلے دو نکاح یکے بعد دیگرے سیدزادیوں سے کئے دونوں ازواج نے دار فنا سے دار بقا کو کوچ کیا اور بلاسپور میں سیدوں والے قبرستان میں دفن ہوئیں۔ ان دونوں ازواج سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ۱۹۲۰ء میں طاعون کے سبب پیپلی کے ویران ہو جانے سے بلاسپور اور پھر وہاں سے کرن پور، منیم پور اور پھر نگلی میں آباد ہو گئے تھے۔ تیسرا نکاح ملک نگلی کے ساکن عنبر شاہ خاں کی صاحبزادی انوری بیگم صاحبہ سے ہوا۔ جن سے مندرجہ ذیل اولادیں ہوئیں۔

۱۔ حضرت سید قیصر شاہ حسنی عرف سید صابر میاں حسنی

۲۔ حضرت الحاج سید سیف اللہ شاہ حسنی عرف نواب جان میاں

۳۔ جناب سیدہ بانو بیگم حسنی

ذیل میں ملک نگلی سے ملحق کچھ مواضع کے افراد کے بیانات نقل کیے جاتے ہیں۔

سخاوت حسین خاں ولد جان خاں جاگیردار ساکن ملک نگلی نے اپنے گھر پر راقم الحروف سے ایک ملاقات میں اپنی آپ بیتی سنائی:

مجھے گھوڑے پر چڑھنا سید ارشاد شاہ حسنی میاں علیہ الرحمہ نے سکھایا تھا۔ میرے والد جان خاں صاحب تقریباً ۵۲ گاؤں کے جاگیردار تھے۔ ان کے اور سید ارشاد شاہ حسنی علیہ الرحمہ کے درمیان بہت گہرا دوستانہ تھا۔ سید صاحب کے یہاں ایک نہ ایک گھوڑی یا گھوڑا بہت شاندار قسم کا ہر وقت پلتا تھا۔ جس سے وہ سواری کا کام لیتے تھے۔ کہیں بھی آنا جانا اسی سے ہوتا تھا۔ ہمارے گھر پر بھی ایک دو گھوڑے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ میں اپنے

گھوڑے پر سوار ہوا گھوڑے نے جھرجھری لی اور ٹاپ سے زمین کو کھرچنے لگا اور اسی انداز میں ہنہنایا میں گھبراہٹ میں نیچے گر گیا۔ والد صاحب نے نوکر کو ڈپٹا اتنے میں سید صاحب آ گئے ان کو دیکھ کر میرے والد ادب سے سہم گئے۔ انہوں نے آتے ہی ابو پر خفگی اور برہمی کا اظہار کیا اور کہا کہ کوئی کمزور سا گھوڑا اسے (سخاوت خاں کو) کیوں نہیں لا دیتے والد صاحب ادب سے خاموش رہے حالانکہ دونوں میں صرف دوستی کا تعلق تھا۔ اور پھر اسی دن منے میاں نے ایک کمزور سا گھوڑا ''بَرکی منڈیوں'' سے لا دیا۔ والد صاحب نے گھوڑے والے کو گھوڑے کی واجبی قیمت ادا کر دی۔ نہ ابو نے پوچھا کہ تم کتنے کا لائے، نہ گھوڑے کے مالک نے کہا کہ اس کا کیا دینا ہے۔

جناب الحاج ملاّ قائم چشتی نظامی صابری ابن ملاّ حشمت علی چشتی صابری ساکن منیم پور ضلع مراد آباد نے ۲۴؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ کو یہ روایت کیا:

''یہ مثل مشہور تھی کہ ''منے میاں'' کے یہاں اناج سے اناج نہیں کھایا جاتا ہے۔''

سید ارشاد میاں کے یہاں مہمان بہت آتے تھے لیکن کسی مہمان کے سامنے کبھی بھی کسی قسم کی دال نہیں لائی گئی۔ مہمانوں کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کئی کئی دودھ والی بھینسیں ''نگلی'' میں تھیں اور ہمارے گھر پر ''منیم پور'' میں بھی آپ کی بھینسیں پلتی تھیں اور ان کا دودھ صرف مہمانوں کے کام میں آتا تھا۔ ہمارے علاقے منیم پور اور قرب و جوار کے لوگ زیادہ تر دادا میاں (سید ارشاد شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ) کے مرید تھے۔ کچھ دنوں پہلے تک دونوں بزرگوں کا یعنی سید احمد شاہ حسنی میاں اور سید ارشاد شاہ حسنی میاں علیہما الرحمہ کا عرس بڑے جوش و خروش اور دھوم دھام سے پورے علاقہ کے لوگ منعقد کیا کرتے تھے۔ عرس اب بھی ہوتا ہے مگر پہلے جیسا جذبہ اور لگن دیکھنے میں نہیں آتی جیسا کبھی ہمارے باپ دادا کے زمانہ میں عرس پاک کے موقع پر دیکھی جاتی تھی۔

مسماۃ نور جہاں زوجہ الحاج ملاّ قائم چشتی صابری ساکن منیم پور ضلع مراد آباد ۲۴۔

۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ کو روایت کرتی ہیں:

''میرے خسر ملاّ حشمت علی صاحب اور میری ساس رحمت جہاں صاحبہ دونوں حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی قبلہ کے مرید تھے۔ ملاّ حشمت علی صاحب منیم پور کی پرانی مسجد جواب بڑی مسجد کے نام سے جانی جاتی ہے، کے امام تھے۔ سید ارشاد میاں حسنی علیہ الرحمہ کا زیادہ وقت کرن پور و منیم پور کے لوگوں کے درمیان گزرتا تھا اور حضرت سید احمد شاہ حسنی جب ملک نگلی سے منیم پور تشریف لاتے تو قیام ہمارے گھر پر ہی رہتا تھا۔ خود سید ارشاد میاں کی کئی کئی بھینسیں ہمارے گھر پر صرف مہمانوں کی خاطر پلتی تھیں جن کا دودھ صرف مخلوقِ خدا کے کام آتا تھا، اس میں کا ایک بوند دودھ بھی بیچا نہیں جاتا تھا۔ نور جہاں کہہ رہی تھیں:

مجھے خوب یاد ہے منے میاں کا انتقال محرم کے مہینہ میں ہوا، جاڑوں کے دن تھے۔

حضرت قاری محمد اسحاق صاحب رضوی، بانی و مہتمم وصدر المدرسین مدرسہ پرسو پورہ ضلع رامپور نے ۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ/۲۲ر اکتوبر ۲۰۰۲ء کو بتایا:

''ہماری دادی پیپلی شریف کی تھیں۔ طاعون سے ویران ہونے سے پہلے پیپلی کی کل آبادی کے تناسب میں ترک برادری زیادہ تھی۔ سیفی اور انصاری برادری بھی بہت تھی۔ میرے والد اور ہمارے خاندان کے معمر اور بزرگ لوگ بتاتے ہیں کہ:

''جب حضرت سید احمد شاہ حسنی اور منے میاں علیہما الرحمہ نگلی میں آئے تو ہمارے خاندان والوں کو سب سے پہلے یہ بات بتانے والی ہماری دادی ہی تھیں کہ یہ نو وارد بزرگ پیپلی شریف کے مشہور گھرانہ سادات اور ہمارے پیران عظام کی اولاد ہیں''۔

حضرت مولانا الحاج حافظ شکیل احمد رضوی، مدرس الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور کے والد جناب منور علی صاحب ساکن منڈیانِ کاشت، رامپور نے ۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۲ر اکتوبر ۲۰۰۲ء کو بیان کیا:

سید ارشاد میاں اور ان کے والد حضرت سید احمد شاہ حسنی میاں پیپلی شریف سے

آئے تھے۔ ویسے تو ہمارے علاقہ میں ان کے بہت مرید تھے مگر کرن پور اور منیم پور میں سب سے زیادہ مرید تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے والد کے انتقال کے ایک یا دو دن پہلے سید ارشاد میاں کی بیسویں کی فاتحہ تھی۔

الحاج کلن چشتی ساکن کرن پور ضلع مراد آباد نے موضع منیم پور میں ۲۵؍ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ کو روایات کیا:

منے میاں کے والد اور منے میاں پیپلی شریف سے آئے تھے بہت منت سماجت کر کے یہاں کے بزرگ لوگ ان دونوں ہستیوں کو یہاں لائے تھے۔ بہت بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ پیپلی اور بجڑے کے جنگلات میں ان کی بہت بڑی جائیداد آج بھی ہے۔

الحاج مشتاق حسین چشتی نظامی ساکن منیم پور نے ۲۵؍ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ کو بیان کیا:

حضرت سید ارشاد میاں علیہ الرحمہ تک وہی سلسلہ چلا جس سلسلۂ طریقت میں حلقہ والی زیارت کے بزرگ حضرت ملّا عبدالکریم فقیر اخوند علیہ الرحمہ نے آپ کے خاندانی بزرگوں کو اجازت وخلافت سے نواز تھا۔ مگر ان کے صاحبزادے حضرت سید صابر میاں ہمارے پیر حضرت عجائب شاہ علیہ الرحمہ رامپوری سے بیعت تھے اور ان کو اس سلسلہ کی خلافت تھی جو سلسلہ کہ پیپلی شریف کے بزرگوں کا ہے اسی لئے سید صابر میاں اور حضرت سید سیف اللہ میاں دونوں ان سے بیعت ہوئے اور پھر پیر ومرشد علیہ الرحمہ نے حضرت سید صابر میاں علیہ الرحمہ کو اسی سلسلۂ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کریمیہ کی خلافت بھی عطا فرمائی۔

حضرت حافظ مقصود احمد رضوی ساکن منیم پور نے ۲۵؍ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ کو روایت کیا:

''حضرت سید ارشاد شاہ حسنی علیہ الرحمہ کا زمانہ کوئی زیادہ دنوں کی بات نہیں ان کو دیکھنے والے آج بھی بہت ہیں۔ ان کی مہمان نوازی، فیاضی اور سخاوت بہت مشہور ہے۔ ہم نے خود یہ فیاضی، سخاوت حضرت سید صابر میاں اور سید سیف اللہ میاں میں دیکھی ہے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا تو بڑی بات اشارہ اور کنایہ میں بھی کسی چیز کی طلب اور خواہش ظاہر نہیں کی۔

جناب شفیق احمد ساکن افضل پور ضلع مراد آباد نے ۱۶ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ کو بیان کیا:

ہمارے گھرانے کے سارے لوگ پہلے ہی سے ''پیپلی شریف'' کے بزرگوں سے مرید ہوتے تھے، پہلے پیپلی کے بن کو جانے کا رواج بھی عام تھا۔ ہمارے خاندانی بزرگ پیپلی شریف آتے جاتے رہتے تھے۔ آج تک ہمارے پورے خاندان والے ''خانوادۂ ساداتِ پیپلی شریف'' سے عقیدت رکھتے ہیں۔ میرے والد اور والدہ بھی حضرت منے میاں کے مرید تھے اور میرے دادا امیر احمد حضرت منے میاں کے والد حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔

جناب امیر حسین ساکن برکی منڈیاں ضلع مراد آباد نے ۱۹۸۸ء میں بیان کیا ہے:

''پیر بخش سیفی ساکن ملک نزد ''کرن پور'' ضلع مراد آباد حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی صابری کے مرید تھے ملاقات کے لئے نگلی آئے۔ ''بھلا ندی'' میں پانی زیادہ تھا۔ تیرنا آتا نہیں تھا۔ ''بہلا ندی'' کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے پیر و مرشد کو آواز دی وہ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں کھڑا تو ہوں ایسے ہی آجا، صحیح و سالم آئے گا، چنانچہ پیر بخش بھلا ندی میں داخل ہو گئے، پنڈلی پنڈلی پانی آیا اور پار اتر گئے۔

حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی صابری قدوسی کریمی کے بعض مریدین کے نام

<u>منیم پور، ضلع مراد آباد، یو. پی۔</u>

۱۔ عبد السلام صاحب چشتی صابری

۲۔ بھائی چھوٹے پردھان صاحب چشتی صابری

۳۔ خانصاحب فقیر محمد صاحب چشتی صابری

۴۔ عبد الرزاق صاحب چشتی صابری

۵۔ وزیر صاحب چشتی صابری

۶۔ چھٹو صاحب چشتی صابری

۷۔ صدیق صاحب چشتی صابری۔

۸۔ فقیرا صاحب چشتی صابری

۹۔ فقیرا صاحب حجام چشتی صابری

۱۰۔ نوشے علی صاحب چشتی صابری

۱۱۔ ولایت حسین صاحب چشتی صابری بن دلاور حسین صاحب چشتی صابری

۱۲۔ احمد حسین صاحب چشتی صابری بن دلاور حسین صاحب چشتی صابری

۱۳۔ حسن محمد صاحب چشتی صابری بن وزیر صاحب چشتی صابری

۱۴۔ کلّن صاحب چشتی صابری (وزیر صاحب چشتی کے بھائی)

۱۵۔ چھدّا صاحب چشتی صابری ولد محمد صاحب چشتی صابری

۱۶۔ علی حسین صاحب چشتی صابری ولد محمد صاحب چشتی صابری

۱۷۔ گمن صاحب چشتی صابری ولد محمد صاحب چشتی صابری

۱۸۔ بشیر صاحب چشتی صابری عرف چھوٹے ولد کلّن صاحب

۱۹۔ قدیر احمد صاحب چشتی صابری

۲۰۔ فتح علی صاحب چشتی صابری

۲۱۔ فرزند علی صاحب چشتی صابری

۲۲۔ شبیر صاحب چشتی صابری

۲۳۔ حاجی چندا صاحب چشتی صابری

۲۴۔ مولانا محمد حسین چشتی صابری عرف مولوی صاحب

۲۵۔ علی حسین صاحب چشتی صابری

۲۶۔ عوض صاحب چشتی صابری ولد محمد صاحب

۲۷۔ عوض صاحب چشتی صابری (ثانی)

۲۸۔ حاجی غلام حسین صاحب چشتی صابری

۲۹۔حاجی علی حسین صاحب چشتی صابری

۳۰۔احمد حسین زبر صاحب چشتی صابری

۳۱۔نذیر احمد صاحب چشتی صابری

۳۲۔فقیر محمد صاحب چشتی صابری۔ ؎

کرنپور، ضلع مراد آباد، یو۔پی:۔

۱۔مکھیا حامد علی صاحب چشتی صابری ولد علی بہادر صاحب پردھان

۲۔پردھان عبد النبی صاحب چشتی صابری

۳۔علی جان صاحب چشتی صابری

۴۔چھدّا صاحب چشتی صابری

۵۔شفیع احمد صاحب چشتی صابری

۶۔جان بہادر صاحب چشتی صابری

۷۔ہدایت رسول صاحب چشتی صابری

ہونس پور، ضلع رامپور، یو۔پی:۔

۱۔عبد المجید صاحب چشتی صابری ولد عبد اللہ صاحب چشتی صابری

۲۔حاجی احمد حسین صاحب چشتی صابری ولد علی محمد صاحب

۳۔عبد السلام صاحب چشتی صابری ولد عبد اللہ صاحب چشتی صابری

۴۔عبد الغنی صاحب چشتی صابری ولد عنایت حسین صاحب چشتی صابری

۵۔بھورے صاحب چشتی صابری ولد عنایت حسین صاحب چشتی صابری

نوٹ: اس فہرست میں صرف ان مریدین کے نام درج کیے گئے ہیں جن کی تصدیق و تحقیق ہوگئی ورنہ ابھی بہت سے باقی ہیں۔

ان شخصی شہادتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ان علاقوں میں

حضرات ''سادات پیپلی شریف'' کی لوگوں کے دلوں میں کیسی عقیدت ومحبت تھی جو اپنی اولاد کو بھی یہی تلقین کر کے اس دنیا سے گزر جاتے تھے کہ ان کی اولاد بھی انہیں حضرات کی ارادتمند اور عقیدتمند رہے۔

حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ کو کتابوں کو جمع کرنے کا بھی بڑا شوق تھا خصوصاً وہ کتابیں جو ان کو ان کے بزرگوں سے ملی تھیں وہ بڑی حفاظت سے رکھتے تھے۔ اور ان سے خود بھی فیضیاب ہوتے تھے اور اپنے مریدین ومتوسلین اور اہل حاجت کو مستفید فرماتے تھے۔ مختلف مسائل پر ملک نگلی کے مولانا سید سراج الدین بخاری نقشبندی شاگرد رشید ومرید سراج الفقہاء ابوالذکاء حضرت مولانا مفتی سلامت اللہ نقشبندی رامپوری اکثر ان سے علمی مذاکرہ کیا کرتے تھے اس لئے بھی انہیں دستاویزی طور پر ان کتابوں کی ضرورت رہتی تھی۔

اس سلسلہ میں ان کے نبیرۂ محترم کا یہ بیان قابل توجہ ہے۔ حضرت الحاج حافظ سید ذاکر میاں حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ نے بتایا کہ:

''گھر میں ہر جگہ کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ مکان کچے تھے۔ اس وقت ہمارے یہاں زیادہ تر مکانات کچے ہی ہوتے تھے۔ بہت سی کتابیں قلمی تھیں، بہت سی مطبوعہ۔ کچھ کو دیمک کھا گئی تھی۔ کچھ بہت زیادہ بوسیدہ ہو گئیں تھیں جو کہ آسانی سے پڑھنے میں نہیں آتی تھیں، اس لئے برادر اصغر سید کامل میاں حسنی چشتی صابری نے کرم خوردہ ساری کتابوں کو دفن کر دیا۔ چند کتابیں باقی رہ گئیں۔''

بعض افراد کے پاس کچھ قلمی نسخوں کا پتہ چلا ہے مگر ہم اپنی بساط بھر کوشش کے باوجود ابھی تک حاصل کرنے میں ناکام ہیں لیکن ناامید نہیں۔ خدائے پاک ان حضرات کے دلوں میں ڈالے کہ وہ ہمارے بزرگوں کی یہ یادگار ہمیں عطا کر دیں۔ وباللہ التوفیق وھو المستعان۔''

حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ کا وصال ۹ رمحرم ۱۳۶۶ھ کو ہوا۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت سید احمد شاہ حسنی علیہ الرحمہ کے پہلو میں موضع کرنپور میں آرام فرما ہیں۔

عم محترم حضرت سید قیصر شاہ حسنی عرف صابر میاں

چشتی صابری نظامی قدس سرہٗ

حضرت سید قیصر شاہ حسنی عرف صابر میاں چشتی صابری اپنے آباؤ واجداد کے سلسلۂ طریقت سے منسلک ہو کر نسبت چشتی صابری سے فیضیاب ہونے کے لئے اپنے برادر اصغر حضرت الحاج سید سیف اللہ شاہ حسنی کو ساتھ لے کر قطب دارین حضرت ملا عبدالکریم فقیر اخوند قادری منوری چشتی صابری قدوسی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خانقاہ واقع زیارت حلقہ والی رامپور پہنچے اور وہاں کے خادم خاص حضرت بھلن میاں چشتی صابری سے اپنا مدعا بیان کیا تو انہوں نے فرمایا، میاں صاجبزادے یہاں فی الحال اس سلسلہ کی اشاعت بند ہے مگر رامپور میں ہی حضرت الحاج پیر جی احمد شاہ چشتی نظامی صابری علیہ الرحمہ کے جانشین وخلیفہ حضرت حافظ وقاری شاہ عبداللطیف چشتی نظامی صابری عرف عجائب شاہ صاحب کے پاس چلے جاؤ وہ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کریمیہ میں صاحب مجاز وخلیفہ ہیں ان سے بیعت ہو کر اپنے اجداد کرام کا روحانی فیض حاصل کرو۔ چنانچہ آپ حسبِ ہدایت حضرت عجائب شاہ علیہ الرحمہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور دونوں بھائیوں نے شرفِ بیعت حاصل کیا۔

بیعت ہونے کے بعد سید صابر میاں پیرومرشد کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہنے لگے اور ان کے منظور نظر بن گئے۔ عرصۂ دراز تک آپ کا یہ معمول رہا کہ آپ اپنا بستر شیخ محترم کے تخت کے نیچے بچھا کر کچھ دیر آرام کرتے اور باقی اوقات خدمتِ شیخ کے لئے کمربستہ رہتے، جو حکم ملتا اسے بسر وچشم بجالاتے اور خدمتِ شیخ کو ہی ریاضت ومجاہدہ سمجھ کر انجام دیتے۔

ایک روز حضرت عجائب شاہ علیہ الرحمہ نے وجد کے عالم میں ارشاد فرمایا:

صابر میاں کچھ مانگ لو جو لینا چاہتے ہو۔ آپ نے عرض کیا: صرف حضور کی توجہ چاہئے۔ پھر فرمایا: مانگ لو کچھ اور بھی۔ پھر عرض کیا: حضور کی توجہ کافی ہے۔

اس والہانہ عقیدت ومحبت اور عاجزی وانکساری پر شیخ محترم نے خوش ہوکر آپ کو خصوصی دعاؤں سے نوازا اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ میں اپنی خلافت واجازت کلی سے آپ کو سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا جب کبھی زندگی میں کوئی مشکل درپیش ہو ہماری طرف توجہ کرنا آنکھیں بند کر کے تصور شیخ کرنا، خود کو ہمارے سامنے حاضر محسوس کرنا انشاء اللہ وہ تکلیف ومشکل خود بخود دور ہو جائیگی چنانچہ سید صابر میاں فرمایا کرتے تھے کہ: ''ایسا زندگی میں بارہا ہوا کہ جب کوئی مشکل مرحلہ درپیش ہوا تو تصور شیخ سے بگڑے کام بن گئے اور انوار وبرکات وفیضان کی بارش ہونے لگی''۔

شیخ محترم کی خصوصی عنایات وتوجہات کا آپ پر یہ اثر ہوا کہ بیماری کے ایام میں بھی آپ کے روزمرہ، اوراد ووظائف اور معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انتہا یہ کہ نقاہت وکمزوری کے سبب عالم بیہوشی میں بھی ''ذکر اسم جلالت'' آپ کی زبان پر جاری رہتا اور اگر کوئی شخص اس حالت میں بھی آپ کے پاس بیٹھ کر ذکر اسم ذات کرتا تو آپ کی زبان پر ذکر بالجہر جاری ہو جاتا تھا۔ آپ کا قلب مبارک ہمہ اوقات جاری رہتا۔

ایک مرتبہ آپ کئی ماہ تک گھر نہیں گئے اور خدمت مرشد میں ہی طویل عرصہ گزار دیا تو آپ کے پیرومرشد حضرت عجائب شاہ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

صابر میاں اپنی کھیتی باڑی کی بھی کچھ فکر ہے۔ کھیتی بونے کے بعد خبر گیری بھی تو رکھنا چاہیے یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ کھیتی بو کر اس کی دیکھ ریکھ اور خبر گیری تک نہیں، آپ کو گھر بھی تو جا کر دیکھنا چاہیے۔

جب سید صابر میاں نے گھر جانے میں تامل کیا تو ارشاد فرمایا:

گھر جا رہے ہو یا پھر مجھے گھر جانے کا حکم دینا پڑے گا۔

شیخ محترم کے حکم کے مطابق سید صابر میاں اسی دن گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ جس دن گھر پہنچے اس کے دوسرے دن ہی آپ کے سب سے بڑے فرزند ارجمند سید ذاکر

میاں حسنی تولد ہوئے۔ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں ہی سید ذاکر میاں حسنی کو اپنا جانشین وخلیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد حضرت الحاج حافظ سید ذاکر میاں حسنی سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کی ترویج واشاعت میں مشغول رہے۔ سید صابر میاں کے دو صاحبزادے سید کامل میاں حسنی اور سید حامد میاں حسنی اور تین صاحبزادیاں سیدہ زمرد جہاں عرف بابو بیگم، سیدہ پھول بیگم اور سیدہ زبیدہ پیدا ہوئے جو بقید حیات ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ ایک سب سے بڑے صاحبزادے سید عابد میاں جن کا وصال بچپن میں ہی ہو چکا تھا۔

حضرت سید صابر میاں حسنی علیہ الرحمہ بہت خوش گلو تھے۔ آپ میلاد شریف نہایت خوش الحانی اور وارفتگی شوق سے پڑھتے تھے۔ اپنے اس شوق کی تکمیل کے لئے آپ نے میلاد خواں حضرات کی ایک جماعت بنائی تھی جس میں آپ نے نہایت خوش گلو اور اہل محبت کا انتخاب کیا تھا۔ دور دور تک اس جماعتِ میلاد شریف کا چرچا تھا۔ جس جگہ آپ میلاد شریف پڑھتے رنگ جمادیتے۔ ہر طرف سے واہ واہ، سبحان اللہ کی آواز آتی۔ اکثر میلاد خوانی میں خوش الحانی کے مقابلے بھی ہوا کرتے اور آپ ہر مقابلہ میں کامیاب ہوتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایسے ہی ایک مقابلہ کا دن آگیا اور آپ کی طبیعت ناساز تھی گلا بیٹھا ہوا تھا کسی حاسد نے سندور دے دیا تھا اور میلاد شریف پڑھنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اس حالت میں آپ نے تصور شیخ کیا۔ تصور کرتے ہی فیض شیخ ہوا طبیعت بحال ہوگئی، گلا کھل کر آواز صاف ہوگئی۔ پھر کیا تھا مقابلہ ہوا اور صابر میاں ہی کامیاب ہوئے۔

حضرت سید قیصر شاہ حسنی عرف صابر میاں چشتی نظامی صابری کا وصال ۲۹ رشوال المکرّم ۱۴۲۱ھ/ ۲۵ رجنوری ۲۰۰۱ء بروز جمعرات دن میں ۲ بج کر ۴۵ منٹ پر ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ دوسرے روز بعد نماز جمعہ ۳ بجے دن ''چشتی چوک'' میں آپ کی نماز جنازہ آپ کے فرزند اکبر وجانشین حضرت حافظ الحاج سید ذاکر میاں حسنی چشتی نظامی صابری نے پڑھائی اور وہیں پر چشتی چوک ملک نگلی، ضلع رامپور میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا مزار پرانوار آج بھی مرجع خلائق اور سرچشمۂ فیض ہے۔

والد ماجد حضرت الحاج سید سیف اللہ شاہ حسنی

چشتی نظامی صابری علیہ الرحمہ

جائے ولادت:- موضع ملک نگلی، پوسٹ سید نگر، تحصیل صدر، ضلع رامپور (یو۔پی۔)

حلیہ:- گول چہرہ سنت کے مطابق داڑھی سے مزیّن، کشادہ پیشانی، آنکھیں سیاہ مگر ذہانت سے پر، ناک ستواں، متوسط قد، رنگ سانولہ کھلتا ہوا، بال سیاہ سفید، سادہ مگر صاف ستھرا لباس زیب تن۔

تعلیم:- ناظرہ قرآن کریم اپنے والد ماجد حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی صابری قدوسی کریمی اور مولوی سید سراج الدین بخاری نقشبندی علیہما الرحمہ سے پڑھا۔ مروجہ تعلیم احمد نگر کلاں ضلع رامپور کے بیسک اسکول میں حاصل کی۔ مزید اردو اور ہندی حضرت سید شریف میاں چشتی نظامی سے پڑھی۔ فارسی میں کریما، مامقیما، حمدِ باری، خالق باری، قادر نامہ، پند نامہ، محمود نامہ، آمد نامہ، اور گلستاں مولوی سید سراج الدین بخاری نقشبندی علیہ الرحمہ سے پڑھی۔

شادی:- حضرت الحاج سید سیف اللہ شاہ حسنی چشتی کی شادی موضع کاشی پور ضلع رامپور میں دولہ خاں صاحب کی صاحبزادی جگیانی خوشنمائی بیگم سے ۱۱ر رجب المرجب ۱۳۷۰ھ مارچ ۱۹۵۰ء بروز اتوار ہوئی۔

اخلاق وعادات:- گویا کل ہی کی بات تو ہے کہ جب کبھی حضرت مفتی صاحب قبلہ سے ملاقات کیلئے ان کے گھر ''دارالارشاد'' واقع لال مسجد حاضر ہوتا تو ان کے والدِ گرامی حضرت سید سیف اللہ شاہ حسنی علیہ الرحمہ سے عموماً ملاقات ہوتی۔ دیر تک شفقت بھرے انداز میں گفتگو فرماتے لیکن بیکار باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے۔ کبھی خاندانی اور اوراد و ظائف کے بارے میں بتاتے جو سینہ بسینہ خاندانی بزرگوں سے اُن تک پہنچے تھے، سن کر طبیعت باغ باغ ہو جاتی تھی۔ ان کو کسی کی غیبت کرتے یا کسی کی عیب جوئی کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ اسلامی عقائد، حلال روزی

، سچائی وراست بازی، مسائل شریعت، پیر ومرشد کی خدمت ومحبت، اپنے خاندانی دلچسپ
ونصیحت آمیز واقعات عموماً ان کی گفتگو کا عنوان ہوتے۔ کبھی کبھی الجامعۃ الاسلامیہ تشریف لاتے
تو اساتذہ وطلبہ کو درس وتدریس میں مشغول دیکھ کر بے انتہا خوش ہوتے، طلبہ کی حوصلہ افزائی
کرتے۔ وہ بے طمع وبے غرض شخصیت کے مالک تھے ان کی فیاضی وخودداری وخورد نوازی اور
وسعتِ قلبی کے واقعات سننے کے بعد آپ بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

درحقیقت اپنے والدِ گرامی حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ کی سچی تصویر
آپ کی ذات میں نمایاں تھی۔ جو ایک بار ملاقات کر لیتا بار بار ملاقات کا مشتاق رہتا۔ گھر
پر آنے والے لوگوں کو مفتی صاحب قبلہ کی غیر موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیتے۔ آپ سے
کبھی بھی کسی مہمان کو اخلاقی شکایت کا موقع نہیں ملا، حالانکہ کوئی دن ایسا نہ ہوتا جس دن دس،
بیس یا سو، پچاس مہمان مفتی صاحب سے ملنے نہ آتے ہوں ان آنے والوں میں علماء ومشائخ،
دانشور وطلبہ، عزیز واقارب اور عام ضرورت مند لوگ ہوتے اور آپ ہر ایک کے ساتھ اس کے
مرتبہ ومنصب کا لحاظ کرتے ہوئے حسن سلوک سے پیش آتے اور تواضع کرتے۔ آج بھی یہ
سلسلہ جاری ہے لیکن وہ مہمان نواز آج ہمارے درمیان نہیں جس کی میز بانی سارے آنیوالوں
کو گرویدہ بنائے ہوئے تھی۔ کبھی کبھی مفتی صاحب قبلہ کو اس کمی کا احساس اتنا شدید ہوتا ہے کہ
ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور خلاء میں کسی کو تلاش کرتی محسوس ہوتی ہیں۔

حضرت سید سیف اللہ شاہ حسنی علیہ الرحمہ نے کبھی نہیں چاہا کہ میرا حلقۂ ارادت ہو
مگر پھر بھی جو آپ کو جانتا آپ کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دیے بغیر نہیں رہ پاتا۔ یہ افسانہ
نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ ایک واقعہ سے اس حقیقت کو آشکارا کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ آپ
نے کتابوں میں تو ایسی شخصیتوں کو پڑھا ہوگا جنہوں نے اپنے اخلاق وکردار سے دلوں کو مسخر
کر کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا اور دنیا کے لئے ایک مثال قائم کر گئے، مگر وہ لوگ
جنہوں نے حضرت سید سیف اللہ شاہ حسنی چشتی کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ بتا سکتے

ہیں کہ موصوف کی زندگی کس قدر سادہ اور مرنجا مرنج تھی ۔ بغیر تمثیل کے میں آپ کو سید سیف اللہ شاہ حسنی چشتی کی بارگاہ میں لے چلوں جہاں سادہ روی میں ایسا رکھ رکھاؤ ہے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچتا اور اپنا گرویدہ بناتا ہوا نظر آتا ہے ان کی زندگی کا یہ چھوٹا سا واقعہ ہمیں ایک حوصلہ، ایک عظیم درس دیتا ہے۔

حضرت سید سیف اللہ شاہ حسنی چشتی علیہ الرحمہ کی نوعمری کا زمانہ ہے عموماً یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب انسان زندگی کے ضابطوں سے بے خبر ہوتا ہے، نہ اس کی نظر میں وقت کی قدر ہوتی ہے اور نہ مذہبی اقدار کی۔ نہ اس کے پیروں میں استبدادِ زمانہ کی بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں مگر موصوف جس خاندان کے چشم و چراغ تھے اس کے ہر بچہ کی گھٹی میں اپنے بزرگوں کی قدریں شامل تھیں۔ یہی وجہ تھی ان قدروں کی پاسداری اور پابندی وقت کے ساتھ جہد مسلسل، سچائی، استغنا، خدا پر بھروسہ، فرض شناسی، ایمانداری ان کے خمیر میں موجود تھی۔ حسبِ ذیل واقعہ اس بات کی تائید کرے گا۔

آپ نے اپنی نوعمری کے زمانہ میں موضع ملک نگلی میں پرچون کی ایک دکان کھولی۔ ورزش کا شوق تھا۔ اتنے سویرے سو کر اٹھا کرتے کہ نماز فجر ''اکھاڑا سہراب خاں'' کے قریب مسجد میں ادا کرتے۔ ملک نگلی سے پیدل، دوڑ لگا کر اکھاڑا سہراب خاں تک دو دوڑوں میں پہنچتے، ورزش کرتے، نہا دھو کر نماز فجر ادا کرتے، بعد نماز فجر معمولات سے فارغ ہو کر اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ عبداللطیف شاہ چشتی صابری قدوسی کریمی عرف عجائب شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر رہتے، بازار کھلنے پر دوکان کی ضرورت کا سامان خرید کر سر پر رکھے ہوئے دوپہر یا تیسرے پہر تک ملک نگلی پہنچ جاتے۔ یہ روزانہ کا معمول تھا۔

ان سب کاموں کے دوران اور آپ کی عدم موجودگی میں ہی گاہک عموماً دکان سے اشیاءِ ضرورت خود لے جاتے کیونکہ موصوف دکان اندھیرے ہی میں قبل فجر کھول کر آتے تھے جس گاہک کو جس چیز کی ضرورت ہوتی وہ اپنی ضرورت کی چیز دکان سے خود لے لیتا اور

اس کی واجبی قیمت صندوقچی میں ڈال دیتا۔ یہ سلسلہ دن دو دن، دس بیس یا سو پچاس دن نہیں سال دو سال بھی نہیں بلکہ تقریباً تیس سال چلا۔

اس کے بعد ایک حادثہ وقوع میں آیا۔ دکان کی وہ نوٹ بک جس میں ان لوگوں کا حساب لکھا ہوتا تھا جو دن میں اُدھار سامان لے جاتے وہ شام کو اپنا حساب آپ کو بتادیتے تھے جسے آپ اس نوٹ بک پر لکھ لیتے تھے۔ ایک دن کسی نے آپ کی غیر موجودگی میں وہ نوٹ بک دکان سے اٹھا کر غائب کردی۔ جب آپ آئے، معلوم کیا مگر کسی نے نہیں بتایا۔ فرمایا ''دکان ایمان داری سے تھی، ایمانداری ختم، دکان بھی ختم''۔ اتنا کہہ کر اسی دن سے دکان بند کردی۔ کچھ دن بعد وہ نوٹ بک مل گئی، فراخ دلی اور للّٰہیت دیکھئے کہ نوٹ بک چھپانے والے کو آپ نے فوراً معاف فرمادیا تاکہ وہ آخرت کے مواخذہ سے بچ جائے مگر دکان دوبارہ شروع نہ کی۔ بہت سے لوگ ملک نگلی میں آج بھی اس بات کے گواہ ہیں اور آج بھی آپ کی قدرو منزلت ان کے دلوں میں موجود ہے۔ نئی نسل کے لوگ جب اس واقعہ کو سنتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ موصوف کی زندگی ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کے مصداق ہے۔

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی ☆ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

جناب منور علی ساکن منڈیان کاشت (والد حضرت مولانا حافظ الحاج شکیل احمد رضوی) جو کہ حضرت سید سیف اللہ شاہ حسنی کے بچپن سے بڑھاپے تک کے ساتھی ہیں وہ اپنے گھر پر بتاریخ ۱۴؍شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ/۲۲؍اکتوبر ۲۰۰۲ء بروز منگل ایک ملاقات میں فرماتے ہیں:

سید سیف اللہ میاں مجھ سے ایک سال چھوٹے تھے میرے ساتھ بہت رہے۔ عموماً لوگوں کو ان کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا۔ بہت طاقتور تھے۔ میری معلومات میں پورے ضلع رامپور میں کوئی آدمی ایسا نہیں جوان سے زیادہ دوڑ سکتا ہو۔

آپ باقاعدہ پہلوان ہونے کے باوجود کبھی کشتی لڑنے کے لئے اکھاڑہ میں نہیں اترے۔ فرمایا کرتے تھے، ''مقابلہ میں ہار جیت دونوں ہوتی ہیں اور مجھے زیر ہونا پسند نہیں۔''

راقم الحروف نے ایک روز عرض کیا، حضرت آپ بیعت کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا، ''بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔''

مولانا اختر حسین امام مسجد وساکن منیم پور (والد حافظ وقاری انتخاب حسین رضوی) نے اپنے گھر پر علاقہ کے سرکردہ افراد کی موجودگی میں راقم الحروف سے ایک ملاقات میں کہا کہ:

سید سیف اللہ میاں کو ہمارے علاقہ میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور آج بھی لوگوں کے دلوں میں ان کی بہت قدرومنزلت ہے۔ بہت لوگوں نے چاہا کہ سید سیف اللہ میاں سلسلہ کو آگے بڑھائیں مگر اس طرف ان کی صرف رغبت ہی نہیں تھی بلکہ منصب مرشد کے فرائض کی انجام دہی سے بچتے تھے۔ انھوں نے اپنے عقیدت مندوں میں سے کسی سے کبھی کچھ طلب نہیں کیا بلکہ دوسروں کی مدد کی۔ وہ بہت ہی بااخلاق، کرم نواز، ملنسار اور سادہ و بے تکلف شخصیت کے مالک تھے۔

قاضی مٹھن ساکن ہونس پور نے راقم الحروف سے بتاریخ ۱۵ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ/۲۳ر اکتوبر ۲۰۰۲ء کو اپنے گھر پر ایک ملاقات میں بتایا کہ:

منے میاں (حضرت سید ارشاد شاہ حسنی) پیپلی سے آئے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا اس وقت میں جوان تھا۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک (حضرت سید سیف اللہ شاہ حسنی چشتی) شہر رامپور چلے گئے دوسرے (حضرت سید قیصر شاہ حسنی عرف صابر میاں چشتی صابری) نگلی میں ہی رہے اور وہیں رحلت کر گئے۔ ان کا مزار نگلی کے باہر روڈ (چشتی چوک) کے قریب ہے۔

وصال:

حضرت الحاج سید سیف اللہ شاہ حسنی علیہ الرحمہ کا وصال ۵ر مئی ۱۹۹۹ء کو بوقت ۱۱ بجے شب ہمارا یہ قدرداں سیکڑوں آنکھوں کو اشکبار چھوڑ کر عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف

کوچ کر گیا، انا لله وانا الیه راجعون ٥ رامپور کے محلّہ چران کے قبرستان میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ ۔ سیدِ خوش خصال گذشت ☆ لیک حق شناس گذشت

--- ۱۹۹۹ء ---

اولاد امجاد:

آپ نے اپنے پیچھے چار بیٹے ایک بیٹی چھوڑے ہیں جن کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں۔

۱۔ حضرت علامہ مولانا مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی نوری جمالی۔

۲۔ حضرت مولانا سید عارف علی حسنی برکاتی۔

۳۔ حضرت مولانا سید شاکر علی حسنی برکاتی۔

۴۔ حضرت مولانا سید محمد اویس حسنی رضوی نوری۔

۵۔ سیدہ زرینہ بی زوجہ سید محمد اسلم میاں رضوی نوری پکہ پل، رامپور۔

بہت سے خاندان آج تک پشت در پشت حضرات پیرانِ عظام ''ساداتِ پپلی شریف'' سے ہی بیعت ہوتے رہے ہیں اور اسے وہ باعث فخر وانبساط سمجھتے ہیں، نمونہ کے طور پر اس ارادت کی بعض مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ جناب ملاّ دلشاد حسین صاحب شاہدی (مرید حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی جمالی مدظلہٗ العالی)
بن

۲۔ جناب ملاّ منور حسین صاحب چشتی صابری (مرید حضرت سید ارشاد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ)
بن

۳۔ جناب ملاّ حشمت علی صاحب چشتی صابری (مرید حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ)
بن

۴۔ جناب ملاّ فیض بخش صاحب چشتی صابری (مرید حضرت سید علی احمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ)
بن

۵۔جناب ملّا غوث محمد صاحب چشتی صابری (مرید سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ)

نوٹ: یہ حضرات موضع منیم پور ضلع مراد آباد کے باشندے ہیں۔

ایک اور دوسرے خاندان کی ارادت اس طرح ہے:

۱۔جناب بھولو مولوی صاحب چشتی صابری (مرید حضرت سید قیصر شاہ حسنی عرف صابر میاں چشتی صابری عم محترم مفتی صاحب موصوف)

۲۔جناب ولایت حسین صاحب پردھان چشتی صابری (مرید حضرت سید ارشاد شاہ حسنی عرف منے میاں چشتی صابری علیہ الرحمہ)

۳۔جناب دلاور حسین صاحب پردھان چشتی صابری (مرید حضرت سید احمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ)

۴۔جناب کریم بخش صاحب پردھان چشتی صابری (مرید حضرت سید علی احمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ)

۵۔جناب صائب علی صاحب پردھان چشتی صابری (مرید سید علی محمد شاہ حسنی چشتی صابری علیہ الرحمہ)

اختصار کے پیش نظر یہاں صرف دو ہی خاندانوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔آج بھی یہ روایت قائم ہے۔مثال کے طور پر گریل ضلع مراد آباد، روپ پور ضلع مراد آباد، گجی پور ضلع مراد آباد، چک فاخر پور ضلع مراد آباد، مراد آباد شہر، ملک تیلی، ملک کھپریل، سرکڑہ خاص، کرن پور، گانگن نگلہ وغیرہ جہاں آج بھی بہت سے خاندان اپنی خاندانی روایات کے مطابق بزرگان ''ساداتِ پپلی'' ہی سے بیعت و مرید ہوتے ہیں۔اب مفتی سید شاہد علی حسنی نوری رضوی جمالی مدظلہ العالی سے ارادت و بیعت کا سلسلہ عالمی سطح پر جاری ہے۔رامپور اور کثیر مواضعاتِ رامپور، مراد آباد شہر اور کثیر مواضعاتِ ضلع مراد آباد، بمبئی، مدراس، دہلی، آگرہ اور دیگر بلاد ہندوستان کشمیر، پنجاب، مہاراشٹر، بہار، بنگال، آسام و دیگر صوبہ جات ہند و بیرونِ ہند، ہالینڈ سرینام وغیرہ میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے والے ہزاروں مریدین ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی نوری جمالی کریمی

ولادت باسعادت:

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ کی ولادت باسعادت ۲۷؍صفر المظفر ۱۳۷۴ھ/ ۲۵؍نومبر ۱۹۵۲ء بروز چہارشنبہ صبحِ صادق کے وقت ملک نگلی ضلع رامپور، یو. پی، انڈیا میں ہوئی۔

والد ماجد:

سید سیف اللہ شاہ حسنی بن سید ارشاد شاہ حسنی بن سید احمد شاہ حسنی بن سید علی احمد شاہ حسنی بن سید علی محمد شاہ حسنی بن سید حسن شاہ حسنی بن سید شبیر شاہ حسنی ایک صوفی منش بزرگ تھے۔

موصوف صحیح النسب سادات عظام سے ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ پیپلی تحصیل سوار ضلع رامپور کے مشہور بزرگ حضرت سید شبیر شاہ حسنی قدس سرہٗ ہیں۔

تعلیم وتربیت:

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ نے ابتدائی تعلیم ملک نگلی میں پائی۔ پھر قرآن کریم حفظ کیا۔ اس کے بعد دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے، ان کے والد ماجد سید سیف اللہ شاہ حسنی نے ۱۳۹۰ھ میں جامع العلوم فرقانیہ، مستن گنج، رامپور میں داخل کر دیا۔

فراغت:

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ نے شعبان ۱۳۹۴ھ میں حضرت قاری عبدالرحمٰن خاں رضوی سے سند تجوید وقرأت حاصل کی۔ شعبان ۱۳۹۹ھ میں جامع العلوم فرقانیہ، مستن گنج سے فراغت حاصل کر کے سندِ فضیلت پائی۔

امتحانات:

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ نے الہ آباد بورڈ سے ۱۹۷۶ء میں مولوی، ۱۹۷۸ء میں عالم اور ۱۹۸۰ء میں فاضل دینیات کا امتحان دے کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔

بیعت وخلافت:

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ نے ۱۳؍محرم الحرام ۱۴۰۰ھ میں تاجدارِ اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ شوال المکرّم ۱۴۰۱ھ میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ کو بحر العلوم مفتی محمد جہانگیر خاں رضوی اعظمی قدس سرہٗ اور فقیہ اسلام، تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ نے قطبِ مدینہ مفتی محمد ضیاء الدین قادری رضوی اور تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم قدس سرہما کے واسطے سے تمام اوراد واعمال ، اوفاق ، افتاء، روایت فقہ وحدیث اور قرآن کریم کی اجازت عامہ عطا فرمائی۔ ۱۵؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ کو مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ ''منظر اسلام'' بریلی سے باقاعدہ امتحان دے کر فاضل درس نظامی کی سند حاصل کی۔

اسی سال استاذ العلماء مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی مدظلہ العالی نے شیخ المحدثین مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری قدس سرہٗ کے واسطے سے ارشادی ورضوی سلسلۂ حدیث کی اجازت عطا فرمائی۔ ۱۶؍جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ کو مولانا محمد ضیاء الدین خاں نقشبندی جمالی جماعتی نوری قدس سرہٗ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جمالیہ جماعتیہ نوریہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء میں صدر العلماء مولانا محمد تحسین رضا خاں قادری رضوی بریلوی قدس سرہٗ نے ''الاجازات المتینہ'' میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی ذکر کردہ تمام اسناد کی اجازت عطا فرمائی۔ ۱۴؍جمادی الاخریٰ ۱۴۱۷ھ میں حضرت الحاج سید صادق علی شاہ بخاری قادری جمالی قدس سرہٗ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ جمالیہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ ۱۹۹۸ء میں استاذ العلماء مولانا محمد ریاض الحسن نعیمی سنبھلی، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد آل حسن نعیمی اشرفی جماعتی مدظلہما نے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین رضوی مرادآبادی قدس سرہٗ کے واسطے سے روایت فقہ وحدیث اور قرآن کریم کی اجازت عامہ عطا فرمائی۔

درس وتدریس:

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز جامع العلوم فرقانیہ سے کیا۔ پھر فراغت کے بعد ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ/۱۳/اکتوبر ۱۹۷۹ء میں دار العلوم گلشنِ بغداد رامپور میں شعبۂ عربی کے صدر مدرس کی حیثیت سے پڑھانا شروع کیا۔ اور ۱۰/دسمبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات مستعفی ہوکر ۱۲/دسمبر ۱۹۸۱ء بروز ہفتہ آج تک مرکزی درس گاہِ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے مثالی تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے تلامذہ میں سے اکثر مختلف مدارس میں مدرس وصدر مدرس کی حیثیت سے کام کرر ہے ہیں۔ مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ بیک وقت حافظ وقاری، عالم وفاضل، مفسر ومحدث، فقیہ ومفتی، مقرر ومناظر، شاعر وادیب، مصنف ومؤلف ہیں۔

ازدواجی زندگی:

۱۹۸۴ء میں مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ کی شادی ہوگئی تھی، اہلیہ محترمہ سیدہ نسرین بی بنت حضرت الحاج سید صادق علی شاہ بخاری علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت حافظ سید بسم اللہ شاہ میاں قادری جمالی علیہ الرحمہ ٹانڈہ چھنگا ضلع بریلی شریف کا وصال ۲۰۰۲ء میں طویل علالت کے بعد ہوا اور تدفین قطب ارشاد حضرت حافظ سید شاہ جمال اللہ قادری نقشبندی، چشتی صابری قدس سرہٗ کے مزار مقدس کے پائینتی عمل میں آئی۔

اب ماشاء اللہ پانچ صاجزادیاں اور پانچ صاجزادے ہیں۔ جن میں ایک صاجزادے سید ریحان رضا نوری کا طویل علالت کے بعد ۲۰۰۵ء میں وصال ہوگیا ہے۔

جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) سیدہ زینت فاطمہ (زوجہ مولانا سید مقیم الرحمٰن قادری ثقافی، ساکن دھاونی بزرگ، تحصیل بلاسپور رامپور۔)

(۲) جیانی سیدہ نصرت فاطمہ (زوجہ الحاج سید شاہویز میاں، ساکن ہرن کھیڑا، تحصیل بلاسپور، رامپور۔)

Scanned by CamScanner

(۳) سیدہ بہجت فاطمہ۔ (۴) سید واجد علی حسنی عرف فیضان رضا نوری۔

(۵) سید عرفان رضا حسنی۔ (۶) سیدہ عترت فاطمہ۔ (۷) سیدہ عصمت فاطمہ۔

(۸) سید مہران رضا حسنی۔ (۹) سید امان رضا حسنی۔

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ اپنی مصروفیات کے باعث بچوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکتے اور اہل وعیال کے حقوق کا بیشتر حصہ بھی مذہب و مسلک کی ترویج وترقی اور تبلیغ واشاعت کی نذر ہو جاتا ہے۔

تحریکات:

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ مسلم پرسنل لاء کے تحفظ، بابری مسجد کی بازیابی کے لئے جیل بھرو تحریک، ڈاکٹر آنند سمن کی قرآن کریم کے سلسلہ میں بکواس کے خلاف احتجاج، دوا کر راہی کی بکواس کے خلاف احتجاجی جلوس، تحفظ شریعت کمیٹی، رضا اکیڈمی، ادارہ تحقیقاتِ رضویہ جمالیہ کا قیام، ان کے ذریعہ تبلیغ واشاعت، سوار دھیرج نگر، فرید نگر، تھانہ مونڈھا پانڈے اور تھانہ دیورنیا میں دیوبندیوں، وہابیوں اور تبلیغیوں سے مناظروں میں کامیابیاں، وہابیوں، دیوبندیوں، صلح کلیوں اور رافضیوں کی آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ، سیکڑوں لوگوں کا آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا عظیم خدماتِ دینیہ ہیں۔ علاوہ ازیں لوگوں کے کثیر خانگی معاملات اور جائدادوں کے پیچیدہ تنازعی مسائل کا خاطر خواہ نپٹارہ۔ حادثات ومصائب پر مصیبت زدوں کو روزمرہ کی ضروریات کی ریلیف اور عملی ہمدردی وغمگساری مفتی صاحب موصوف کی عملی زندگی کے وہ عنوانات ہیں جن پر کام کرنے کے لئے محققین ومؤرخین کے لئے وافر مقدار میں ماخذ موجود ہے۔

تصنیف وتالیف:

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ بہت مصروف زندگی گزارتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں برکت رکھی ہے۔ اتنی ساری مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کا

کام بھی کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے اب تک بہت سی کتابیں تصنیف وتالیف کی ہیں جو چھپ کر شائع ہوچکیں ہیں یہاں صرف پچیس کتابوں کی تفصیل دی ہے کچھ کتابیں زیر ترتیب وتکمیل ہیں جوعنقریب چھپ کر منظرِ عام پر آجائیں گی۔

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری مدظلہ گاہ گاہ مضامین بھی لکھتے رہتے ہیں۔ بہت سے رسائل واخبارات ماہنامہ اعلیٰ حضرت، ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ماہنامہ یٰس کانپور، ماہنامہ تاجدار کائنات رامپور، سالنامہ ضیاء وجیہ رامپور، ماہنامہ حجاز جدید نئی دہلی، ماہنامہ نورِ مصطفیٰ پٹنہ، روزنامہ رامپور کا اعلان، قومی جنگ، ناظم اور ملک کی شان وغیرہ میں آپ کے علمی وتحقیقی مضامین چھپ چکے ہیں۔

نمبر شمار	تصنیف وتالیف	سنہ اشاعت	مقام اشاعت
۱	مسئلہ تکبیر	۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء	رامپور
۲	علمائے اہلسنت رامپور کی کہانی تصویروں کی زبانی	۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء	//
۳	مسئلہ صلوٰۃ	۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء	//
۴	ثبوت جلوس محمدی (کلاں)	۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء	//
۵	عالم اسلام کا محتاط مفکر	۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء	//
۶	ثبوت جلوس محمدی (خورد)	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء	//
۷	عقیدت کے پھول	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء	//
۸	بابری مسجد تاریخ کے آئینے میں	۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء	//
۹	گلہائے محبت	۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء	//
۱۰	انکشاف جرم	۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء	//
۱۱	رپورٹ امتحان منظر اسلام (ترجمہ، تحشیہ)	۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء	//
۱۲	مظہر جمال حصہ اول	۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء	//

۱۳	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی	۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء	//
۱۴	مولانا ارشاد حسین رامپوری	۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء	//
۱۵	تعلیمات حافظ ملت	۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء	//
۱۶	اعلانِ حق	۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء	//
۱۷	مولانا سلامت اللہ رامپوری	۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء	//
۱۸	حیات مفتی اعظم	۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء	لاہور
۱۹	گیارہویں شریف (ترجمہ وتحشیہ)	۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء	رامپور
۲۰	انوار سورۂ فاتحہ	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء	//
۲۱	شاہ قطب الدین مدنی	۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء	//
۲۲	خورشید منیر	۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء	//
۲۳	تعارف الجامعۃ الاسلامیہ	//	//
۲۴	تذکرۂ جمال	۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء	//
۲۵	گلستان جمالی	//	//

مفتی سید شاہد علی حسنی نوری معاصرین کی نظر میں

فخر ملت، امین فیضان نوری، رضوی و برکاتی حضرت علامہ مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی جمالی کے سلسلہ میں وقت کے مایۂ ناز علماء ودانشوروں کے دلی جذبات وتأثرات

امین ملت حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ' العالی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی کے نام ایک خط میں ''مفتی اعظم اوران کے خلفاء'' کے مقدمہ کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مفتی سید شاہد علی رضوی دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ کا مقدمہ دیکھا اور بہ نظر غائر مطالعہ کیا، یوں تو ویسے بھی سرکار سیدی مفتی اعظم ہند رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اکثر یاد آتے ہیں مگر مفتی صاحب کا مقدمہ پڑھکر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ بقول حضرت جامی قدس سرہٗ۔

از حسن ملیح خود شور بجہاں کردی ہر زخمی و بسمل را مصروفِ فغاں کردی

بے جرم وخطا قتلم از ناز بتاں کردی خود تیغِ زنِ برمن نامِ دگراں کردی

مدہوش بیک ساغر اے پیرِ مغاں کردی دل بردی وجاں بردی بے تاب وتواں کردی

ایں جامیؔ بے چارہ از عشقِ تو آوارہ آوارۂ غربت را در خاک نہاں کردی

سرکار مفتیٔ اعظم سے جتنی بار ملاقات ہوئی وہ سب نظروں کے سامنے آگئیں۔ مولیٰ عزوجل بطفیل سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام سرکار مفتیٔ اعظم کے درجات میں مزید اضافہ فرمائے اور مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی کو اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے مقدمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔

(ماہنامہ سنی دنیا، بریلی ص ۵۳ ش دسمبر ۱۹۹۱ء)

فقیہ اسلام، تاج الشریعہ، جانشین مفتیٔ اعظم مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رضوی ازہری صدر مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف و بانی جامعۃ الرضا بریلی شریف دامت برکاتہم القدسیہ تحریر فرماتے ہیں:

علماء رامپور کا علماء بریلی خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ سے گہرا تعلق وربط رہا ہے۔ اسی ربط کی ایک کڑی صاحبِ تذکرہ شمس العلماء مولانا محمد ظہور الحسن فاروقی رامپوری ہیں۔ انہوں نے مذہبِ اہلسنت وجماعت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیا۔ اور آج اسی فریضہ کو مولانا سید شاہد علی صاحب رامپوری بھی انجام دے رہے ہیں۔

(خورشید منیر ص ۱۶)

صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں رضوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث جامعہ نوریہ

باقر گنج، بریلی شریف تحریر فرماتے ہیں:

''سید شاہد علی صاحب صدر المدرسین جامعہ کی کوششیں کامیاب ہیں، جامعہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ مدرسین بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کررہے ہیں، تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے، اراکین مخلص ہیں بہتر انتظام کررہے ہیں۔

(روداد الجامعۃ الاسلامیہ)

استاذ العلماء علامہ سید محمد عارف رضوی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف تحریر فرماتے ہیں:

''آج مورخہ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ ۹/ر فروری ۱۹۹۲ء الجامعۃ الاسلامیہ جو سرزمین رامپور اور اس کے نواح کی اہل سنت وجماعت کی مرکزی عظیم درسگاہ ہے۔ اس کے جشنِ دستارِ فضیلت میں شرکت کیلئے سید محترم مخدومی ومجبی حضرت علامہ سید شاہد علی صاحب قادری رضوی خلیفۂ مفتیِ اعظم کی دعوت پر حاضر ہوا۔ نرالا انتظام دیکھ کر میں خود سراپا تأثر بن گیا ہوں۔ بس اتنا کہہ کر قلم روک رہا ہوں کہ تدریس وتعمیر ودیگر امورِ انتظامیہ کی ندرت اور بہترین کارکردگی اور حضرت سید صاحب قبلہ کی قیادت میں ترقی پذیر ہی نہیں روز افزوں ترقی کی اعلیٰ منزلیں طے کررہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اہل سنت کی اس عظیم الشان درسگاہ علم وعمل کو ہر آفت سے محفوظ رکھے۔'' (روداد الجامعۃ الاسلامیہ ۹۲۔۱۹۹۳ء ص ۵۳)

ایک دوسرے مقام پر علامہ سید عارف رضوی، شیخ الحدیث منظر اسلام تحریر فرماتے ہیں۔

''یوں تو سید محترم صاحب العز والبہا مخدومی گراں قدر حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب رضوی خلیفہ سیدنا مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سربراہیِ جامعہ کے تصور سے ہی یہ یقین تھا کہ جامعہ اپنی نوعمری میں کمال وعروج اور ارتقاء کا پیکر ہوگا۔ لیکن دیکھا کہ ترقیات اس سے کہیں زیادہ نظر آئیں۔ اساتذۂ کرام بڑے

اخلاص وللّٰہیت سے محوِ تدریس تھے۔ حضرت سید صاحب قبلہ کی درسگاہ تو وقار سکینہ کا آئینہ برکتوں کا گنجینہ محسوس ہو رہی تھی۔ حسنِ تربیت کو بدرجہ احسن پایا۔"

(روداد الجامعۃ الاسلامیہ از جون ۱۹۸۵ء تا دسمبر ۱۹۸۵ء ص ۷)

جامع العلوم، عمدۃ المدرسین علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی۔ صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف۔ ان علماء اہلسنت میں سے ایک ہیں جو کسی کی تعریف وتوصیف میں آسانی سے کچھ لکھنے کو تیار نہیں ہوتے کیوں کہ وہ آسانی سے کسی سے متاثر نہیں ہوتے۔ ایسی محتاط اور متبحر شخصیت نے ایک عاشق رسول، فنافی الشیخ علامہ مفتی سید شاہد علی نوری رضوی جمالی کی دینی وملی، علمی وفنی، تحقیقی وادبی خدمات اور مسلک ارشاد ورضا کی ترویج واشاعت کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد رقم کیا ہے۔ قارئین کی خدمت میں پیش ہیں (۱)۔

اس سال شہر رامپور کے ہنگامی حالات کے باوجود طلبہ کی تعلیم کا بہتر ہونا لائق ستائش ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بطفیل نبی اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام اس ادارے کی ترقیاں اور شیخ الجامعہ واراکین کو ان کی پرخلوص کاوشوں کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(روداد الجامعۃ الاسلامیہ ۱۹۹۱ء ص ۵۶۔۵۷)

(۲) ایک اور مقام پر مختصر مگر جامع انداز میں تحریر فرماتے ہیں۔

"موصوف علومِ عربیہ کے جملہ فنون پر حاوی ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے حامی وناصر وناشر اور قاطع فتنۂ نجدیت ہیں۔ اس پرفتن دور میں سرزمین رامپور میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت وتبلیغ کیلئے مدرسہ کا قیام سربراہِ اعلیٰ کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ (روداد الجامعۃ الاسلامیہ ۱۹۸۸ء ص ۲۵)

(۳) ایک جگہ لکھتے ہیں:

کثیر موانع تعلیم تعلم کے باوجود طلبہ کا امتحان میں کامیاب ہونا اس امر کو واضح

کرتا ہے کہ شیخ الجامعہ ودیگر اساتذہ محنت سے پڑھاتے ہیں اور طلبہ کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کرتے ہیں۔(قلمی غیر مطبوعہ، خط دفتر الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور میں محفوظ)

(۴) ایک اور مقام پر رقم فرماتے ہی:

مرکزی درسگاہِ اہل سنت الجامعۃ اسلامیہ، گنج قدیم رامپور کے طلبہ کا سالانہ امتحان لیا۔ طلبہ کی حاضر جوابی سے ان کی علمی لیاقت اور اساتذہ کی کوششوں کا پتہ چلا۔ اندازہ ہوا کہ تعلیم وتعلم کا انداز روز بروز بہتر ہوا ہے۔ ترقی کا اگر یہی حال رہا تو مستقبل قریب میں جامعہ اپنی نظیر آپ ہوگا۔ جامعہ کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب دامت فیوضہم اور دیگر اساتذۂ کرام لائق تحسین ہیں۔

''الجامعہ الاسلامیہ'' ضلع رامپور کا واحد تعلیمی ادارہ ہے جس سے مسلکِ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی اشاعت کا کام ہورہا ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ بطفیل سید المرسلین ﷺ اس جامعہ اور اس کی تمام شاخوں کو روز افزوں ترقیاں عطا فرمائے۔ اساتذۂ کرام، اراکین اور معاونین کو ان کی خدمات کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ (روداد الجامعۃ الاسلامیہ ۰۲۔۲۰۰۱ء ص ۴۹۔۵۰)

رئیس التحریر علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تحریر فرماتے ہیں:

''جامعہ کے ناظم اعلیٰ، پیر طریقت، ناشرِ سنیت علامہ مولانا سید شاہد علی صاحب نوری رضوی، مولانا سید شاکر علی صاحب مدرس منظر اسلام بریلی شریف، مولانا محمد اسحٰق صاحب رضوی مدرس مدرسہ رضویہ قصبہ کیمری، جامعہ کے منتظمین اور طلبہ نے اس فقیر کا پر جوش استقبال کیا اور استقبالیہ مجلس کا اہتمام کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

جامعہ میں مختلف کلاسوں اور طلبہ کے ہجوم کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ طالبات کا مدرسہ ''جامعۃ المحسنات'' بھی دیکھا۔ حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی کے علمی، تحقیقی اور مسلکی جذبات سے آگاہی ہوئی۔ حضرت کے بلند پایہ جذبات اور منتظمین ومدرسین کے پرخلوص تعاون کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے قوی امید ہے کہ یہ ادارہ جلد ہی ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے ملک کا عظیم اور نامور ادارہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں حضرت سید صاحب کا سایہ صحت وکرامت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے اور اس ادارے کو عظیم یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچائے۔ وما ذلك على الله بعزيز۔ (روداد الجامعۃ الاسلامیہ یکم رجنوری تا ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۲ء ص ۹۸)

علامہ محمود احمد قادری رفاقتی، صدر مرکزی ادارۂ شرعیہ، پٹنہ تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر گدائے خواجہ محمود احمد قادری رفاقتی۔ ربع صدی پہلے رامپور میں طالب علمی کا دور گزار چکا ہے۔ اب ایک عرصہ کے بعد حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا شاہ محمد حامد رضا جانشین اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہما الرحمہ کے تحقیقِ احوال کے سلسلے میں جو رامپور آنا ہوا یہاں کے دینی احباب سے رامپور کے احوال معلوم ہو کر بے پایاں مسرت ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصف صدی پہلے رامپور علماء اہلسنت کا مرکز تھا۔ جگہ جگہ مدارس کا وجود تھا اور اکابر علماء اہلسنت فیض رساں تھے اور رامپور کے باشندے راسخ الاعتقاد اہلسنت تھے لیکن جس دور میں، میں رامپور میں طلب علم میں مشغول تھا اس دور میں علماء اہلسنت کے کارنامے دھندلا چکے تھے، مذہبی اضمحلال اپنی حد کو پہنچ چکا تھا۔ دینی تصلب کا بھی نقش زیر آب تھا۔ یہ حال تھا جس کو دیکھ کر قلبی تکلیف ہوتی تھی اور یہ حال تھا کہ

وہ محروم تمنا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
جو ہر منزل پہ ان کی محنتوں کو رائیگاں دیکھے

حاصل یہ کہ برادرِ دینی وایمانی جناب حسیب احمد نقشبندی نوری کے توسط سے اس ذاتِ گرامی کا تعارف حاصل ہوا۔ جنہوں نے یہ انقلاب برپا کیا۔ یہ اخلاص ووفا کے پیکر سعادت مآب حضرت مولانا سید شاہد علی قادری رضوی ہیں۔ فقیر ان کے اخلاص اور دینی خدمات سے بہت متاثر ہوا۔ مولانا ممدوح صاحبِ اخلاص وعمل ہیں۔ انہوں نے دینی خدمت کیلئے تقریر کے ساتھ تحریر سے بھی کام لیا اور تدریس کا فیض بھی جاری فرمایا اور ماشاء اللہ سب میں قدرت اور تاثیر ہے۔ تقریر سننے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن تحریر پڑھنے میں آئیں۔ مضامین کی ترتیب اور استدلال میں قوت اور قلبی اخلاص نمایاں ہے۔ اور تدریس کے لئے مولانا موصوف نے چند برسوں پہلے مدرسۂ دینی قائم فرمایا اور انہماک کے عروج کے ذریعہ اس کو ترقی کی طرف لے جارہے ہیں۔ ان کے اتقاء اور تقدس کا اثر اساتذہ پر بھی معلوم ہوتا ہے اور طلبہ بھی اس سے فیض یاب ہورہے ہیں۔ جس رفتار سے انہوں نے مختصر سے عرصہ میں عظیم دینی خدمات کا ریکارڈ قائم کیا ہے وہ رامپور کی عظیم الشان ماضی کی نشاۃ ثانیہ کی غماز ہے۔

(روداد الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۱۹۸۸ء ص ۶۷۔۶۸)

علامہ ارشد القادری بانی ومہتمم جامعہ حضرت نظام الدین، نئی دہلی رقم طراز ہیں:

''حضرت علامہ کی پرخلوص مساعی کے آثار مختلف سمتوں میں اس طرح پھیل گئے ہیں اور پھیلتے جارہے ہیں، عقل حیران ہے کہ کون سی غیبی قوت اس کے پیچھے کارفرما ہے۔''

نیز لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ ایک بہترین منتظم، خطیب اور مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مناظر، مصنف اور محقق بھی ہیں۔ ان کی قلمی صلاحیت کا اندازہ مجھے

اس وقت ہوا جب میں نے نہایت اہم موضوعات پر ان کی گرانقدر تصنیفات کا مطالعہ کیا۔ نہایت عجلت اور رواداری میں جامعہ کے بانی و منتظم کی کارگزاریوں کے سلسلے میں یہ چند سطریں سپردِ قلم کر رہا ہوں۔ چند گھنٹوں کے دوران یہاں جو کچھ میں نے دیکھا اور اس کے مستقبل کے منصوبے پر جو کچھ میں نے سنا ہے اس کی صحیح تصویر کشی کے لئے کئی صفحات ناکافی ہیں، اخیر میں دین کا درد رکھنے والے مسلمانوں سے میں مخلصانہ التماس کرتا ہوں کہ اس ادارہ کو خدا کی نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر اس کے ساتھ پر جوش تعاون کا مظاہرہ کریں تا کہ نئی نسل کیلئے دین و دنیا کی بہبود اور اس کے عظیم مستقبل کا کام تکمیل کو پہنچ سکے۔

(روداد الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۱۹۹۱ء ص ۶۵۔۶۶)

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت علامہ کے اخلاص وفکر کا اثر یہاں کے اساتذہ پر بھی ہے اتنی قلیل تنخواہ پر یہاں کے اساتذہ اتنا عظیم کام انجام دے رہے ہیں کہ اس کی مثال مشکل ہی سے دوسری درسگاہوں میں مل سکے گی۔ چند ہی سال میں یہ ادارہ اتنا بارآور ہو گیا ہے کہ اس کی شاخیں دور دور تک پھیل گئی ہیں اور قابل علماء کی کتنی کھیپ یہاں سے فارغ ہو کر ملک کے طول و عرض میں دین وملت کی عظیم خدمت انجام دے رہی ہے۔'' (روداد الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۱۹۹۱ء ص ۶۶)

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، رکن ''المجمع اسلامی واستاذ الجامعۃ الاشرفیہ''، مبارکپور، اعظم گڑھ۔ ''گیارہویں شریف'' مترجم ومرتب حضرت مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی کے سلسلہ میں ''حرف آغاز'' کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے کتاب کی ورق گردانی کی تو دیکھا کہ گیارہویں شریف اور اس کے متعلقات پر یہ ایک نفیس اور جامع کتاب ہے جس سے صرف رامپور ہی نہیں

بلکہ ہندو بیرونِ ہند کے تمام مسلمانوں کو فائدہ ہو سکتا ہے۔''

آگے لکھتے ہیں:

''اب یہ قدیم کتاب جدید زیورات سے آراستہ ہو کر اربابِ ذوق کی ضیافت فکر ونظر کیلئے حاضر ہے۔ چونکہ اس کی تجدید میں بنیادی کاوش، حوالہ جات کی تخریج، ترجمہ وغیرہ زیادہ تر کام مولانا سید شاہد علی صاحب رضوی کا ہے اس لئے جدید ترتیب اور ترجمہ وتحشیہ کے تحت ان ہی کا اسمِ گرامی مناسب وموزوں ہے۔''

(گیارہویں شریف، مطبوعہ بار سوم ص ۱۵ از مطبع المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڑھ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۷ء)

''مولانا ارشاد حسین مجددی'' کے تبصرے میں ''حرف آغاز'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''میں اس اظہار میں بے پناہ مسرت محسوس کرتا ہوں کہ حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی مہتمم وشیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور کو قدرت کی فیاضوں نے ایسے پاکیزہ جذبات کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ وہ ایک عظیم ادارہ کے اہتمام وانتظام، تدریس وتعلیم اور تقریر وتبلیغ کی مشقت خیز مصروفیات کے باوجود اسلاف کے احوال وسوانح سے گہرا شغف اور تصنیف واشاعت کا کافی شوق رکھتے ہیں، خصوصاً علماء رامپور کے حالات وآثار کی جستجو ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ ان ہی جذبات کا ایک نمونہ پیشِ نظر کتاب بھی ہے۔ جس کی قدر شناسی، عزت افزائی اور مصنف کے لئے مزید خدمات کے مواقع کی فراہمی قوم کی ملی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ یہ کتاب دینی وعلمی حلقوں میں اپنا متوقع مقام اور خاطر خواہ پذیرائی بہت جلد حاصل کر لے گی اور مصنف کے اگلے کاز میں قوت وتوانائی اور حوصلہ افزائی کا سامان فراہم کرے گی۔''

(مولانا ارشاد حسین مجددی رامپورص ۰ ا مطبوعہ جمال پریس رامپور)

مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی قادری تحریر فرماتے ہیں:

''یہ حقیقت ہے کہ اتنی قلیل مدت میں اس ادارہ نے جو ترقی کی ہے وہ حیرت انگیز ہے دراصل یہ بانی ادارہ خلیفہ مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی جمالی کے اخلاص کی برکتیں، حضور غوث زمن، سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کے فیوض وبرکات اور ارکانِ جامعہ کے مساعیٔ جمیلہ کا کرشمہ ہے۔'' (روداد الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۹۵۔۱۹۹۴ء ص ۲۲)

مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی اعظمی، بانی ومہتمم دارالقلم وایڈیٹر ماہنامہ حجاز، دہلی تحریر فرماتے ہیں:

''مبلغ مسلکِ علمائے رامپور حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب رضوی اس ادارہ کے بانی وروحِ رواں ہیں۔ آپ ہی کے اخلاص ومحنت کا ثمرہ ہے کہ اس گلشن کی خوشبو دور دور تک پھیلتی جارہی ہے۔''

ڈاکٹر مولانا غلام یحیٰ انجم پروفیسر شعبہ اسلامیات ہمدرد یونیورسٹی دہلی رقم طراز ہیں:

''جس عام فہم اور سلیس انداز میں انہوں نے سورۃ فاتحہ کے انوار وتجلیات اپنی کتاب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس میں ان کا طریقہ عام مفسرین سے ہٹ کر ہے۔ اور یہی اس کتابچہ کی خوبی ہے۔ بحث کے جتنے پہلو ممکن ہوسکتے تھے ہر پہلو سے موصوف نے بحث کر کے سورۂ فاتحہ کو عام فہم بنانے کی سعی کی ہے۔ اس کتابچہ میں جو کچھ درج ہے وہ عقل وخرد کا اختراع نہیں بلکہ تفاسیر واحادیث، اقوال سلف اور ائمۂ مجتہدین کے خیالات ونظریات کا اقتباس ہے۔''

(مکتوب قلمی غیر مطبوعہ محفوظ دفتر الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور)

مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی، مفتی مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف لکھتے ہیں:

"طلبہ ذی استعداد اور محنتی ہیں۔ نیز تعلیم کے ساتھ تربیت سے بھی آراستہ ہیں۔ یہ سب کچھ حضرت علّام الحاج الشاہ سید شاہد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی خوبیٔ نظامت، حسن کارکردگی اور محنت کے ساتھ کہنہ مشقی و کامیاب تجربہ کی دین ہے۔" (رودادالجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۹۳۔۱۹۹۲ء ص ۵۴)

مفتی ابوالخیر شمس الدین رضوی صدر المدرسین و مفتی جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم، بہرائچ شریف تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر آج مورخہ ۱۲/ربیع الاول شریف ۱۴۱۲ھ کو الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم، رامپور حاضر ہوا۔ حضرت العلام مولٰینا المفتی الشاہ سید شاہد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی زیارت سے مشرف ہوا۔" (رودادالجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۱۹۹۱ء ص ۶۴)

قاری امانت رسول رضوی نوری، پیلی بھیتی رقم طراز ہیں:

"الجامعۃ الاسلامیہ کے بانی، ساداتِ کرام کی نشانی علامہ، حافظ قاری سید شاہد علی صاحب رضوی نوری زید مجدہٗ کو عمر طویل عطا فرمائے جن کی کاوشوں کا یہ سب نتیجہ ہے۔" (رودادالجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۱۹۹۱ء ص ۵۹)

مولانا مختار احمد قادری رضوی، صدر المدرسین مدرسہ بحرالعلوم، بہیڑی تحریر فرماتے ہیں:

"خوش قسمتی سے آج کافی عرصہ بعد رامپور میں اہل سنت کی عظیم مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مختصر سے عرصہ میں اس جامعہ نے عمارتی وسعت اور تعلیمی معیار کے اعتبار سے جو نمایاں ترقی کی ہے وہ قابل حیرت اور لائق صد مسرت ہے۔ یہ سب فاضل گرامی مرتبت حضرت علامہ سید شاہد علی صاحب کی فعال قیادت اور متعلقین جامعہ کے بلند حوصلوں کی مرہون منت ہے۔" (رودادالجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۱۹۸۵ء)

مولانا بدر القادری رضوی اعظمی، اسلامک اکیڈمی دی ہیگ ہالینڈ تحریر فرماتے ہیں:

''مفتی اعظم اوران کے خلفاء'' کا مقدمہ حرف بحرف پڑھنے کی سعادت حاصل کی جو کتاب کے ص (۱۰) سے ص (۱۰۸) تک وسیع ہے۔ آپ نے سرکار مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے سوانح اور حالات جس محققانہ انداز سے قلمبند فرمائے ہیں پڑھ کر بے تحاشہ آفریں ومبارکباد نکلتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے قلم سے بیش از بیش جواہر پارے سنی دنیا کو عطا فرمائے۔'' (مکتوب قلمی غیر مطبوعہ)

مولانا محمد ہاشم نعیمی، پروفیسر معقولات، جامعہ نعیمیہ، مرادآباد تحریر فرماتے ہیں:

''آج حسن اتفاق سے الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور میں مختصر قیام کی سعادت حاصل ہوئی ادارہ کو دیکھ کر حیرت ومسرت کے ملے جلے تأثرات قلب ونظر پر مرتسم ہو گئے انتہائی قلیل مدت میں ایک حسین عمارت کے ساتھ تعلیمی ارتقاء کی جانب ادارہ کا تیز رفتاری کے ساتھ رواں دواں ہونا ملک وملت کی عظیم المرتبت شخصیت حضرت علامہ سید شاہد علی میاں صاحب، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بے لوث مخلصانہ کاوشوں کا نتیجہ ہے گرامی قدر حضرت سید صاحب موصوف کی ذات بابرکت میں ملی قیادت کی بے پناہ صلاحیتیں موجود ہیں اب یہ قوم کے حوصلہ منداور قدرداں افراد پر موقوف ہے کہ وہ اپنے دینی جذبات کا ثبوت پیش کرتے ہوئے کس کس موڑ پر حضرت کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔'' (روداد الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۱۹۸۵ء)

مولانا مبارک حسین مصباحی، رامپوری ایڈیٹر ''ماہنامہ اشرفیہ'' مبارکپور۔

''مولانا ارشاد حسین رامپوری'' پر تبصرہ میں لکھتے ہیں:

''اس کتاب کے مصنف علامہ سید شاہد علی رضوی ہیں جو ہماری جماعت کے مذہبی، علمی اور تبلیغی تاریخ کے پرعزم اسکالر ہیں۔ قدرت نے انہیں علمی گہرائی، فکری بصیرت، حساس دل، عصر شناس ذہن اور حسنِ کارکردگی کی بے پناہ

صلاحیتوں کا مرقع بنادیا ہے۔ ان کی علمی استعداد، حسن عمل اور کثرتِ اشغال نے دیکھنے والوں کو انگشت بدنداں کر دیا ہے۔ دار العلوم کے انتظام واہتمام، علمی وعوامی مسائل کا حل، درس وتدریس اور تقریر و تبلیغ کے ہجوم میں قرطاس وقلم کا شغف حیرت انگیز ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ کشت زار علم وفن پر ان کے قلم کی بارش ہوتی رہے۔" (ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی اپریل ۱۹۹۰ء ص ۴۷)

مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ایڈیٹر "ماہنامہ سنی دنیا" بریلی شریف ورکن رضا اکیڈمی بمبئی "خورشید منیر" کی تقدیم میں لکھتے ہیں:

"مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری کا "علماء ومشائخ رامپور" کے تعلق سے بڑا گہرا مطالعہ ہے، چونکہ ان کا دیکھنے کا نقطۂ نظر کچھ دوسرا ہوتا ہے وہ بریلی اور رامپور کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ موصوف نے مفتی ارشاد حسین رامپوری، مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری، مولانا ہدایت رسول رامپوری، شاہ فضل حسن صابری پر تفصیلی مقالات تحریر کیے جو منظر عام پر آبھی گئے ہیں، جس سے اہل رامپور کی آنکھیں کھلی رہ گئی ہیں۔" (خورشید منیر ص ۲۰)

ایک دوسرے مقام پر مفتی صاحب کے قلم کی احتیاط کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

"ان کتب کے تحقیقی اور علمی ہونے کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب مولانا مفتی سید شاہد علی نے مسئلہ صلوٰۃ تصنیف فرمائی اس کے آخر میں رقم طراز ہیں، "زیادہ تر کتابوں کے حوالہ جات "رضا لائبریری رامپور" سے نقل کئے گئے ہیں، جو صاحب حوالہ جات دیکھنے کا شوق رکھتے ہوں وہ رضا لائبریری رامپور سے رجوع کریں یا پھر فقیر نوری (مفتی سید شاہد علی مدظلہٗ) سے رجوع کریں۔"" "مولانا ارشاد حسین رامپوری" کی تدوین کے زمانے میں راقم نے دیکھا، ۱۴۰۹ھ کی بات ہے کہ ٹھنڈک شدت کی پڑ رہی تھی۔ مفتی سید شاہد علی بار

بار وضو کر رہے تھے۔ آخر کار راقم نے دریافت کیا کہ حضرت بار بار کیوں وضو فرما رہے ہیں۔ کیا اس کتاب کو باوضو ہو کر لکھ رہے ہیں، فرمایا احتیاط تو یہی کر رہا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے وہاں تک باوضو ہو کر لکھوں۔ اب تک جتنا لکھا ہے بحمدہٖ تعالیٰ باوضو ہو کر لکھا ہے، اور آئندہ بھی یہی ارادہ ہے۔ اس کتاب کی تحقیق وتدقیق اس قدر کی ہے کہ ہر ہر سطر کو حوالہ جات سے پر کر دیا ہے جس کو غیر جانبدار بھی پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مولانا نورالدین نظامی ''حرف عقیدت'' میں یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے:

''مولانا رضوی نے ان (مفتی ارشاد حسین مجددی) کے معاصرین اور متاخرین کے مستند اقوال پیش کرتے ہوئے حوالہ جات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ جو بہر حال انتہائی دیدہ ریزی کا کام ہے اور قلمی دیانتداری کا بین ثبوت ہے۔''

(مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۴۱۷۔۴۱۸)

مولانا قمر الزماں مصباحی مظفر پوری، دارالعلوم امام احمد رضا، ممبئی رقم طراز ہیں:

''نازش علم وفن، مجسم کرم حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی صاحب قبلہ خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ کے جہد مسلسل، سعی پیہم، بیکراں خلوص اور بیکراں قربانیوں کو آپ بھی سلام کہیئے، جنہوں نے الجامعۃ الاسلامیہ کی شکل میں علم ونکہت، حقیقت ومعرفت اور شعور وآگاہی کا ایک خوبصورت میکدہ آباد کر رکھا ہے جہاں سے قال اللہ وقال الرسول کے پر کیف نغمے علم دین حاصل کرنے والے طلبہ کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن سے آراستہ ہونے والے طلبہ کی ایک ٹیم ہے جو علوم معرفت کی تشنگی لے کر آتی ہے اور شراب علم ومعرفت سے سرشار ہو کر واپس جاتی ہے، طلبہ کے علمی ذوق کو دیکھ کر حضرت سید صاحب قبلہ کے حسن تربیت کو بار بار سلام کرنے کو جی چاہتا ہے، کہ

انہوں نے علمی ذوق وشوق کی ایسی فضا قائم کردی ہے کہ ہر طالب علم تضیعِ اوقات کوحرام وگناہ سمجھتا ہے اور خارجی اوقات میں بھی رضالائبریری پہنچ کر کتب بینی ومضمون نگاری میں مصروف ہوکر حیات کو تابناک بنانے میں کوشاں نظر آتا ہے''۔

آگے لکھتے ہیں:

حضرت سید صاحب سے جو میں متأثر ہوا وہ ان کا حزم واتقا، اخلاق واخلاص، خوردنوازی، ان کے سینے میں علم وفضل کا ایک خاموش سمندر اور ان کی سادگی بھی ایسی کہ گلوں کی ہزار رعنائیاں اس پر قربان ہونے کو تیار، خالق ذوالمنن نے حضرت سید صاحب قبلہ کی ذات میں بے پناہ خوبیاں ودیعت فرمادی ہیں، جہاں آپ کے اندر فضائل وکمال کے بے پناہ جلوے سمٹے ہوئے ہیں وہیں آپ کی متحرک وفعال شخصیت کا اہم رخ یہ بھی ہے کہ آپ کے ہاتھوں کتنے غیر مسلم ایمان واسلام کی دولت لازوال سے مالا مال ہوکر اسلام کے فرحت بخش سایہ میں سکوں پذیر زندگی گزار رہے ہیں، شیخ الجامعہ کے یہ وہ زریں اور مبارک کارنامے ہیں جنہیں آب زر سے لکھا جائے پھر بھی میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا (روداد الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۱۹۹۱ء ص ۶۸۔۷۰)

مولانا محمد فاروق رضا رضوی، سابق ناظم تعلیمات مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم، رامپور ''خورشید منیر کے ''پیش لفظ'' میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

''ان کے دل میں سنیت کا بے پناہ درد ہے، مسلک کے کام کرنے کی انتھک لگن اور بھرپور جذبہ رکھتے ہیں، مسلک اہل سنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے اپنے وسائل سے بڑھ کر کام کرتے ہیں، ان کے عزائم وحوصلے بلند اور ان کی خدمات قابل رشک اور لائق تقلید ہیں، میں مولانا سید شاہد علی رضوی سے زمانہ

تعلم سے واقف ہوں، دوران طالب علمی سے میں نے انہیں فعال و متحرک دیکھا، ان کی زندگی حرکت ہی حرکت ہے کہیں جمود نہیں"۔ (خورشید منیر ص ۲۳)

"مسائل تثویب و تکبیر" کے اشاریہ میں رقم طراز ہیں:

حضرت علامہ مولانا سید شاہد علی صاحب قادری نوری مدظلہ النورانی رئیس المدرسین و شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور موجودہ مقامی علماء اہلسنت میں ممتاز ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے ادارۂ ہٰذا کی تدریسی و تعمیری خدمات اور دیگر کثرت مشاغلِ تبلیغ دین متین اور علمائے اہلسنت رامپور کے مسخ کردہ مسلک حق سے عوام وخواص کو روشناس کرا کے ایک اہم فریضہ اور بے مثال کارنامہ انجام دیا اور اپنی معلومات کا ذخیرہ فراہم کر کے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

مولانا شمشاد حسین رضوری، صدر المدرسین مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں "خورشید منیر" پر تبصرے میں لکھتے ہیں:

"کتاب حضرت علامہ ظہور الحسین فاروقی کے سوانحی خاکوں، علمی خدمات اور فنی کارناموں پر مشتمل ہے۔" (خورشید منیر ص ۱۷)

آگے لکھتے ہیں:

"انداز نگارش خوب سے خوب تر ہے، مختصر عبارتوں میں زندگی کے سارے خاکے بیان کردیئے گئے ہیں۔ سوانح نگاری کے ضابطوں اور اصولوں کے مطابق یہ کتاب تحریر کی گئی ہے۔" خورشید منیر ص ۱۷)

استاذ القراء حضرت قاری جمال القادری اعظمی، شیخ التجوید جامعہ نعیمیہ، دیوان بازار، مرادآباد تحریر فرماتے ہیں:

"مولیٰ تبارک تعالیٰ جل شانہ، حضرت سید صاحب قبلہ کا سایہ جامعہ کے اوپر تادیر قائم فرمائے تاکہ شہر رامپور میں سنیت کا ایک مستحکم ادارہ ہوجائے۔"

(روداد الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۹۳۔۱۹۹۲ء ص ۵۰)

مولانا قاری محمد علاؤ الدین اجملی رضوی، صدر المدرسین، خلیل العلوم، سنبھل ضلع مرادآباد تأثرات امتحان درجہ حفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''قابل اساتذہ کے انتخاب میں حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب قبلہ ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم، رامپور کا حسن انتخاب ہے کہ حضرت موصوف احسن طور پر امورِ دینیہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ ان کی فہم وفراست دانائی وتدبر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ حسنِ تعلیم کے ساتھ حسن تعمیر کی زیبائش بھی نظر آتی ہے۔'' (روداد الجامعۃ الاسلامیہ، رامپور ۸۹۔۱۹۸۸ء ص ۶۴)

ادیب شہیر مولوی عبدالهادی خاں کاوش رامپوری ''خورشید منیر'' کے تبصرے میں لکھتے ہیں:

''کتاب میں سوانح نگاری کے تمام اصول وقواعد کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ زبان بھی سلیس اور سہل ہے۔ ہماری نظر میں یہ ایک اچھی اور کامیاب کوشش ہے جو قبولیتِ عامہ حاصل کرے گی انشاءاللہ۔'' (روزنامہ رامپور کا اعلان، رامپور جلد ۱۳، شمارہ ۲۲۹ بروز ہفتہ)

شہزادۂ شہید ملت شاہ فرحت احمد خاں جمالی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ جمالیہ حضرت حافظ سید شاہ جمال اللہ، حسنی حسینی، قادری نقشبندی قدس سرہٗ رامپوری ''مفتی محمد نورالحسین رامپوری۔ حیات، خدمات، نظریات، تعلیمات'' پر کلماتِ تحسین کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

محقق دوراں حضرت علامہ مولانا مفتی سید شاہد علی حسنی، رضوی جمالی، شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ رامپور نے بڑی تحقیق وتدقیق سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے اور مسلمانوں کو دعوت فکر دی ہے کہ وہ سمجھیں کہ ہمارے بزرگوں کے معتقدات کیا تھے اور وہ ایمانیات کے کس منصب پر فائز تھے۔ حضرت علامہ کی یہ پہلی کاوش نہیں انہوں نے رامپور کے متعدد اولیاء کرام پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اس سلسلے میں موصوف کی پہلی تحقیقی کتاب ''مظہر جمال'' ہے جو سلطان الاولیاء

قطب ارشاد حضرت حافظ سید شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ کی سوانح اور ان کے اجداد کرام کے حالات پر مشتمل ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ مولانا ارشاد حسین، مولانا شاہ سلامت اللہ اور خورشید منیر بعد کی تحقیقات ہیں۔ اپنے اسلاف کی تاریخ کو پڑھ کر رامپور کا ہر فرد پکار اٹھے گا: این خانہ ہمہ آفتاب است۔

حضرت علامہ کی یہ کاوشیں لائق ستائش ہیں کہ انہوں نے اپنی تحقیق سے ہمارے بزرگوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کیا جو زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ معتقدات میں جو ہمارا مسلک ہے وہی مسلک امام احمد رضا فاضل بریلوی (قدس سرہٗ) کا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف اور ان کے فرامین کو فراموش کر دیا۔ اگر ہم یاد رکھتے تو ہم بھٹکتے نہیں۔

مولانا عبدالرقیب خاں صاحب رضوی رحمانی، فاضل الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم رامپور آپ کی کتاب ''خورشید منیر'' کو دیکھکر برجستہ لکھتے ہیں:

آمد از الطاف یزدانِ قدیر : باعنایاتِ شہ روشن ضمیر
یک کتاب پر ز احوال ظہور : جمع کردہ مرد درویش کبیر
شہر یار کشور علم وفنون : قدآور پاء تخش بے نظیر
نام پاکش سید شاہد علی : رہنماء کاروان ست وامیر
خوش شدہ دل گفت از من اے رقیب : سال انوار اشاعت ست خورشید منیر

(خورشید منیر ص ۱۵ اشاعت ازہری دارالاشاعت، رامپور)

اکتوبر ۱۹۹۷ء میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ ورسول اقدس صاحب لولاک صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین کرنے والی جماعت کے لوگوں سے علاقہ مرادآباد میں مفتی صاحب نے مناظرہ کیا اور دشمنان اسلام کو معاشرہ میں منہ چھپانے تک کا نہ چھوڑا۔ اس مناظرہ کی تفصیلی رپورٹ حضرت مولانا عبدالرقیب خاں صاحب رحمانی نے ''مناظرہ دھیرج نگر کا آنکھوں دیکھا حال'' کے عنوان سے

فوری لکھی جسے احبابِ اہلسنت رستم نگر (چمروّہ) نے فوراً چھپوا کر مفت تقسیم کرادیا۔ اس تفصیلی رپورٹ کا اجمالی ذکر کتاب کے شروع میں ''حرف اوّل'' کے عنوان سے مولانا موصوف نے یوں تحریر کیا ہے۔

۲۷/اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز پیر فرید نگر متصل ٹھاکر دوارہ ضلع مرادآباد کی سرزمین پر اچانک دیوبندی علماء کی جانب سے چیلنج مناظرہ کے نتیجہ میں ۲۷/اکتوبر صبح ۹:۳۰ ساڑھے نو بجے مسئلہ تکبیر پر مناظرہ ہوا۔ جسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقہ میں اہلسنت والجماعت کو کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ دیوبندی علماء کو ذلت ورسوائی اور شکستِ فاش کا سامنا ہوا۔ اہلسنت کے مناظر قائدہ اہلسنت حضرت مفتی سید شاہد علی رضوی جمالی، ناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ وخلیفہ سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اور دیوبندیوں کی جانب سے مفتی عبدالرؤف، شیخ الحدیث جامع الہدیٰ، مرادآباد میدانِ مناظرہ میں تھے پھر ۲۸/اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز منگل موضع دھیرج نگر متصل ٹانڈہ بادلی، ضلع رامپور کی سرزمین پر اپنی رسوائی کا داغ اپنے دامن سے دھونے کیلئے علماء اہلسنت کو چیلنج کیا، اس خوش فہمی میں کہ ٹانڈہ بادلی اور مرادآباد کے تمام دیوبندی علماء یکجا ہو کر اہلسنت وجماعت کو مرعوب اور خائف کرلیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جس کی پیشانی پر ذلت ورسوائی کی مہر لگادی ہو بھلا وہ کس طرح باعزت ہوسکتا ہے کیونکہ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین فرمان خداوندی کی روشنی میں عزت صرف اللہ ورسول اور مؤمنین کا حق ہے تو گستاخانِ رسول ﷺ کو یہ سرفرازی چہ معنی دارد۔ مگر اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ دونوں مقامات پر شکست فاش کے باوجود شرانگیزیوں کا سلسلہ جاری ہے اپنی فتح کا پرچار کرنے میں ذرہ برابر شرم محسوس نہیں کررہے ہیں۔ بایں سبب مسلمانوں کو صحیح صورتِ واقعہ سے روشناس کرانے کے لئے ''مناظرۂ دھیرج نگر'' کی روداد پیش کرنے کی ضرورت پڑی اگر کسی کو شک وشبہ ہو تو فرید نگر ودھیرج نگر پہنچ کر وہاں کے عوام وخواص سے تصدیق کرسکتا ہے۔'' (مناظرہ دھیرج نگر)

قاضی شرع و مفتی ضلع رامپور کے اجداد عظام ساداتِ پپلی شریف کے مزارات مقدسہ